U35949.   19.12.[illegible]

Title - NATURAL SHAYARI

Creator - Murattiba Munshi Safdar Ali Safdar Mirzapuri.

Publisher - Mahadev Parshad Tajir Kutb Publisher (Lucknow).

Date - N.A.

Pages - 56.

Subjects - Urdu Shayari - Intikhab - Nazme

نیچرل شاعری

مشاہیر شعراء ہند کی دلچسپ نیچرل نظموں کا نادر مجموعہ جس کے
ایک ایک مصرع سے فطرت کا مرقع آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے

مرتبہٗ

مشہور سخنور جناب منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزاپوری

مہادیو پرشاد تاجر کتب (پبلشر) لکھنؤ

مرقع ادب کا دوسرا ایڈیشن

ادب اردو کے ہمدرد حضرت صفدر مرزاپوری نے یہ کتاب تالیف نہیں فرمائی بلکہ ادبی دنیا پر ایک بڑا احسان کیا ہے اس کتاب میں اُن مشہور انشاپردازوں اور محقق استادوں کے دلچسپ اور پُر از معلومات خطوط فراہم کئے ہیں جنکی زبان زمانہ موجودہ اور زمانہ گذشتہ متصلہ میں مستند مانی گئی ہے خطوط بھی وہ ہیں جو اعلیٰ خیالات کے علاوہ زبان اور محاورات کی جان ہیں ہر خط اپنے انداز اور اپنے رنگ کے لحاظ سے عجیب شان رکھتا ہے استادوں کی جدا جدا طرز تحریر یہ بتا رہی ہے کہ اردو زبان کس قدر شیریں ہے اور اسمیں کسقدر وسعت ہے یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک مجسم ادب ہے جس کے مطالعہ سے انشاپردازی کا سلیقہ اور خطوط نویسی کا پورا پورا سبق حاصل ہوتا ہے کاغذ اور لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے شائقین زبان اردو کو درخواست خریداری جلد بھیجنا چاہیئے ورنہ تیسرے ایڈیشن کا انتظار نہایت بےچینی سے کرنا پڑیگا قیمت عام (عہ/) طلباء کیلئے ۱۲/

ملنے کا پتہ

مہادیو پرشاد تاجر کتب امین آباد لکھنؤ

نیچرل شاعری

خون تمنا

مزاج بجز جہاں میں اعجاب کی طرح اٹھا کر | فلک نے محروم ہو کر رکھا ہے کاسۂ سرنگوں بنا کر
ہمیں زمانے نے سمجھا کسی کے نقشِ قدم کو مٹا کر | کبھی بنایا مٹا مٹا کر کبھی مٹایا بنا بنا کر
ملی نہ جلنے سے ہم کو فرصت جہاں میں نمود ایک ساعت | کہاں سے خاکستر ہم ملی ہے شمع میں اپنی جلا کر
یہ بخت واژوں سمجھ رہے تھے کہ کامیابی ہوگی آج | کبھی اٹھایا ہمیں بٹھا کر کبھی بٹھایا ہمیں اٹھا کر
غضب کیا دہر بے سپر نے ستم کیا چرخ نیلگوں نے | جھلک رہے ہیں اک نامرادی امید کے بام پر پہنچ کر
کبھی نہ ہو گی قیامت پہ گر کبھی شمع تلک نہ ہوگا | جلائے ہیں آرزو کے خرمن جو یاس کی بجلیاں گرا کر
یہ شان غم سودہ حالی ہے کہ نام کیا ہو مرا نشاں تک | اڑا دیا صفحۂ جہاں سے ہمارا حرف غلط مٹا کر
گزر گئے دن اسی طرح سے بسر ہوئیں یونہی اپنی راتیں | کہ دل کو روند کر کچل کچل کر جگر کو تھاما دبا دبا کر

بسر ہیں ہم نفس کہ دل پہ سوز نہانی خفتہ دام
شرارۂ غم بھی چل لیے کہ زیر دامن نہفتہ دارم

ہوس ہے کس کی بھلا ہے باغباں چمن میں | کہ تنکے تنکے پہ آشیانہ ہوا ہے اپنا گراں چمن میں
ہزار جلائیں لاکھ سر پہ جھپٹے پھر بھی گردش | وہ دن گئے ہائے کہ رہی جب ہماری آہ و بکا چمن میں
یہ ڈر ہے گل ہو نہ جائیں ہم بر سر خطر پہنا کر کان میں | یہی تقاضائے مصلحت ہے کھلے نہ ہرگز زباں چمن میں
الٰہی یہ کس غضب کی آتش بھڑک رہی ہے ہمارے دل میں | کہ بجھ گئے آہ سے ہمارے آتش فشاں چمن میں

ہمارے حال زبوں سے ہر دم ملیں ہوا لالہ بھی داغ دل | کہ چشم نرگس سے بھی ہوئے ہیں سرشک شبنم رواں چمن میں
خفا ہیں ہم اپنی زندگی سے خوشی نہیں کیا ہمیشہ ہم کو | مگر ہے غنچہ خندہ لب یہ چاہ صبا کی اٹکھیلیاں چمن میں
خدا کرے ملے سیاہ بختی ہمیں تو سرمہ کھلانے ہم کو | کہ نغمہ پیرا ہیں عندلیبیں غزل سرا قمریاں چمن میں
کسیکی امید یوں نہ لوٹے کسیکی تقدیر یوں نہ پھوٹے | قفس سے جب ہم اسیر چھوٹے تو آئی فصل خزاں چمن میں

باتفاقے کسے درنگا چو نشود داستان ما را
زراے برق خالطف اکنوں بہ شعلہ آشیان ما را

نہ پوچھ اے ہمنشیں کہ جور فلک سے کیا جان پر بنی ہے | کہ دن کو ہے کام طرفگی تو رات کو شغل جانکنی ہے
رفیق کوئی نہیں ہے صدمے مصیبتیں ہر گھڑی ہیں ہم پر | کہ ہے آرام کو عداوت خوشحالی کو دشمنی ہے
نہ دم رہا شہسوار ہمکو ضعیف عاجز شکستہ پا ہیں | کہا یہ تمکین تو بھی غافل سمجھ لے آخر شکستنی ہے
الٰہی کیوں آج تک نہ آیا ہماری حالت میں کچھ تغیر | کہ وقت جو ہے گذشتنی ہے زمانہ جو ہے رفتنی ہے
کیا دم خنجر حوادث نے ذبح یوں بے دریغ ہمکو | کہ طایر روح شکوہ سنج اے ذبح تپیدنی ہے
جوابِ محبوب زندہ رہنے میں ہے کچھ لطف زندگی کا | شمار زندوں میں خاک ہوں ہم کہ جانی پہ ہی مر رہی ہے
ہے آگ دل کو شغل اشک ریزی تو دل میں ہو زلفوں کی جھڑی | جو ایک جانب ہوا آب پاشی تو ایک طرف آتش لگی ہے
ہمیں گر خاک پر گرایا تو اے فلک تو نے کیا گرایا | ہمارا شیوہ ہے خاکساری نیاز مندی کا فرد ہی ہے

قمر بہ سجدہ رسید انیک بہ معرض بخت بیستی ما
ز رنگ مند بیستی نمود نغمہ نہ در سے ہستی ما

ملک محی الدین قمر

پیام عشق

سن اے طلبگار درد پہلو میں ناز ہوں تو نیاز ہو جا | میں غزنوی سومنات دل کا ہوں تو سراپا نیاز ہو جا
نہیں ہے وابستہ زیر گردوں کمال شان سکندری سے | تمام ساماں ہے تیرے سینے میں تو بھی آئینہ ساز ہو جا
غرض ہے پیکار زندگی سے کمال پائے ہلال تیرا | جہاں کا فرض قدیم ہے تو ادا مثال نماز ہو جا
دیار خاموش دل میں اپنا تمام کش درد جستجو ہو | کہ اپنے سینہ میں آپ پوشیدہ صورت حرف راز ہو جا
نمود شاہد شعار گلچیں اسی سے قائم ہے شان تیری | وجود گل ہے اگر چمن میں تو اور دامن دراز ہو جا
گئے وہ ایام اب زمانہ نہیں ہے صحرا نوردیوں کا | جہاں میں مانند شمع سوزاں میان محفل گداز ہو جا

وجود افراد کا مجازی ہے ہستی قوم ہے حقیقی فدا ہو ملت پہ یعنی آتش زن طلسم مجاز ہو جا

یہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آزری کر رہے ہیں گویا

بچا کے دامن بتوں سے اپنا غبار راہ حجاز ہو جا

ڈاکٹر اقبال ایم اے

ماتم آرزو

محبت عشق کی تجھ پہ ناکام آرزو
اے خاطر شکستہ الم آرزو

آہ اے فریب خوردۂ نقش امید آہ!
کیا کیا تری ہوس نے تجھ کو کیا تباہ

طفل اس کے درمیاں تو ہنسی سے رہ گیا
افسوس ہو گیا کوئی تیرا ادعا

سمجھا تری زندگانی کا رونق ہے بچپن
معلوم خوب ہے ترا ہر عیب و ہر کمال

طفلی ہی سے تو عشق خیالی میں مست تھا
گویا شراب جلوۂ جام الست تھا

منصوبے باندھتا تھا ہزاروں مگر کبھی
اے نامراد تو نے عمل ایک دم نہ کی

اول تو خواہشیں ہی تری بے شمار تھیں
اور پھر نکلنے کیلئے بے قرار تھیں

آخر بھی نہ بات طلسم خیال کی
یعنی فضول تھی طلب امر محال کی

معلوم کر سکا نہ تو اے بے خبر کبھی
وہ کون شے ہے جس کی ضرورت ہوا تھی

مقصد ترے جہان میں آنے سے کچھ نہ تھا
بے صرفہ تو نے عمر گذاری ستم کیا

ہاں کشتۂ امید بتا کیا ہے سانحہ
اب میں ہوں اور ماتم یک شہر آرزو

رضا علی وحشت کلکتہ

کلام اکبر

پوچھی جو مجھ سے یہ فرمائش بہت مشتاق
کہ فن شعر میں تو آج ہے بہت ممتاز

لکھ دے اپنے کوئی مصرع حسین و نفیس
زمانہ اگر نہ سازد تو بازمانہ بساز

کہا یہ میں نے جو ہے قید جسم و جانی کی
تو اس نے شعر نشاط آور و نگاہ نواز

یہیں سے سایہ مری جان او تار کر پیشواز

«بزبانِ اقدس ساز، از دلِ ساز»

ہو جس کام کا انسان میں ہوتا ہے | یہ لازم ہے اُسے چھوڑے اچھوتا
مری ودس ہم سے بچھڑی ہی آخر | ادھورا یا اور اس نے "ہتھیلی پہ کھیتا"

عروسِ برشگال

وہ کہاں ہے؟ آہ اے ناظورۂ ناز آفریں | اب وہ شوخی ہے نہ وہ نقش و نگارِ دلنشیں
اوڑھنی اودی اب گلشن کا وہ آنچل ہو کہاں | اب وہ چنچل کی اب کہاں ہے وہ نقابِ شبنمیں
آسمان پر اب کہاں وہ ٹکڑے ابرِ سیاہ | دوشِ نازک پر کہاں اب آہ زلفِ عنبریں
ہائے وہ آہ وہ ساون کی جھڑیاں اب کہاں | ابھرے سینہ پہ سینے کے چھلکتے جوبن
وہ سنہری اب کہاں بجلی کی چھاگل پاؤں میں | اب کہاں ہیں گھنگروں کی وہ صدائے دلنشیں
اب کہاں کوئل کے نغموں کی سریلی تان وہ | اے وہ دلکش ترانے میں کہاں اے نازنیں
نیلگوں سرے کے وہ ڈورے اب آنکھوں میں کہاں | سرمگیں اودی گھٹا سے اب کہاں چیں بر جبیں
کر رہی ہے لیلیٰ شب اوہ اب آراستہ | چھوٹے چھوٹے خوشنما تاروں کی افشاں جبیں

اب کہاں تیری ادائیں اے عروسِ برشگال
اے وہ دلکش فضائیں اے عروسِ برشگال

اب کہاں آنکھوں میں وہ مستی رعنائیِ حسن | اب کہاں وہ حیا شرمیلی اب کہاں وہ شانِ حسن
اب کہاں پھولوں کا آنچل اب کہاں بادِ نسیم | اب کہاں وقتِ سحر وہ جنبشِ دامانِ حسن
اب چٹکتی وہ کہاں جو ہے کے کلیوں کی ادا | وہ گلیچے میں کہاں چھپتے ہوئے پیکانِ حسن
اب حسینوں کی کہاں ندیوں میں البیلی وہ چال | اب کہاں تہہ زمیں وہ کیفیت سیلانِ حسن
اب کہاں قوسِ قزح کی سرخی نارنجی وہ رنگ | اے وہ دن آسمان تھا جب نگارستانِ حسن
وہ بھی رت تھی کیا سہانی وہ بھی کیا پیارا سماں | خارِ صحرا آہ جب تھے بخیۂ مژگانِ حسن
آ رہی ہر گل سے ہے بانگِ شکستِ رنگ و بو | افسوں گر تو نے زرو آہ کیا بیانِ حسن
جوشِ گل جوشِ نمو جوشِ چمن جوشِ شباب | تیرے غم کے آہ چار دن تھے نے خیابانِ حسن

لے گئی تو ساتھ اپنے آہ کیا کالی گھٹا
بادہ نوشوں کی ہے لب پر ہائے متوالی گھٹا

ڈھونڈھ کہاں ہے آہ اے آرام جانِ بیقرار
تیرے نظارے کو رہا ہیں دیدۂ اختر شمار
تیرے انگ انگ میں بھری تھی دلربائی کی سحر
کتنے دلکش آہ تھا عالم ابھرتے نقش و نگار
ہلکے ہلکے پھول سے چہرے پہ بالوں کی نقاب
ابھرے سینہ پہ چھاتی کے وہ نورس انار
اُف وہ مستی پہ تیری اک ادائی ہو بہو
صبحِ چمن کی شوخی جو [illegible] کرتی نثار
اور [illegible] اُٹھنا [illegible]
سب پہ آئی تھی وہ ماہ پیکروں کی قطار
ناز نینوں کا وہ [illegible] جھرمٹ لگا
وہ سُریلی آہ تانیں اور وہ ساون کی ملہار
[illegible] ادائی چند بیاں ہو سہج
وہ جوانی کی امنگیں اور وہ اُن کے سنگھار
ننھی ننھی انگلیوں میں آفت ساون کی حنا
لمبی لمبی چوٹیوں میں آہ وہ بیلے کے ہار
آہ ایسے لگے منظر یاد آجاتے ہیں جب
دل نکل پڑتا ہے پہلو توڑ کر بے اختیار

اُف تھی رنگین ادائی اے عروسِ برشگال
تو دلہن بن کر تھی آئی اے عروسِ برشگال

سرور جہان آبادی

”تضمین حضرت مضطر بر غزل خود“

بخدا سننے کے قابل ہے مرا حال بتر
ہوگیا روز کے صدموں سے کلیجا پتھر
ہو سکا جب نہ گوارا غمِ ہجرِ دلبر
جی میں اک روز یہ آیا کہ برہمن بن کر

کوچۂ دیر میں چلیے پئے دیدار بتاں

تاکہ پائے دلِ بیتاب کسی دم تو قرار
ورنہ ہو جائے گا اس رنج میں جینا دشوار
اور تدبیر یہی ہے پئے نظارۂ یار
پھیری والوں کی طرح کیجیے چکر دو چار

آہی جائیگا مقابل کبھی وہ آفتِ جاں

نہ کبھی آیا تو وہاں رہنے سے مٹ جائیگی آس
کچھ بہت دور نہیں کوچۂ دلدار ہے پاس
اپنے گھر کا مجھے رہنا تو اب آتا نہیں راس
جی میں یہ بات سمائی تو کیا ترک لباس

رنگ بدلا صفتِ گنبدِ چرخِ گرداں

اور پھر زیبِ گلو رشتۂ زنار کیا
یاد روئے بتِ عیار میں پھر یوں جا
اوس کیتا کے لئے بھیس کیا ہندو کا
اپنی پیشانی پہ چندن کا لگایا ٹیکا۔

رام کا نام کیا آخر پھر وردِ زباں

پھیر کے پھر طرفِ دیرِ بتاں منہ موڑا   جھوٹ سچ رشتۂ زنار سے رشتہ جوڑا
عشقِ کافر نے کیا زور جو تھوڑا تھوڑا   دین و ایمان کو اشتر کے اوپر چھوڑا

اور ہوئے جانبِ کوئے ستمِ شوخ رواں

بجلی کھینچ کے جب مجھکو تمنائے دلی   ایک سے ایک نظر آگئی صورت اچھی
بس اسی حال میں اوپر جو مری آنکھ اٹھی   دیکھتا کیا ہوں لبِ بام وہی رشکِ پری

جسکو میں ڈھونڈنے نکلا تھا کھڑی ہے شاداں

دیکھتے ہی یہ ہوا حال کہ توبہ اللہ   لبِ خاموش نے سیکھی روشِ نالہ و آہ
میں یہ سمجھا کہ وہ تنہا ہے اٹھائی جو نگاہ   اور دو چار پری زاد تھیں اس کے ہمراہ

کثرتِ عیش سے ہے خندہ زناں سیر کناں

کوئی چل پھر کے دکھاتی ہے نرالے انداز   اپنے آپس کی تھیں سب کو جوانی پہ ناز
ان میں معلوم تھا ہر ایک کو ہر ایک کا راز   میں نے یہ حال جو دیکھا تو لگائی آواز

میں برہمن ہوں بتا دیتا ہوں رازِ نہاں

ان کے کانوں تلک آواز جو میری آئی   سب نے آپس میں کہا اسکو بلاؤ تو سہی
اٹھ کے باغمزہ و انداز و ادا و شوخی   ایک ان میں سے پکاری کہ ارے او جوگی!!

ادھر آ الک ہے تیرا نام ہے کیا؟؟ گھر ہے کہاں؟؟؟!

تجھسے کچھ پوچھیں گے ہم رازِ دلی اے ماہر   دلِ بیتاب کو رہتی ہے کسی کی خاطر
چٹکیاں دل میں جو لیتا ہے اسے کر ظاہر   سن کے یہ بات کہا میں نے کہ حاضر حاضر

آ گیا میں بھی سرِ بام وہ بیٹھی تھی جہاں

ہاتھ میں ہاتھ دیا عمر بتائی پہلے   زائچہ کھینچ کے پھر اور سوال اسکے
سن چکی جب تو بڑے ناز سے سر تھوڑا سا   پوچھتی کیا ہیں کہ عاشق ہیں ہمارے کتنے

ان میں کس کو مرے ملنے کا ہے بہت ارماں

اپنے جی میں یہ کہا میں نے کہ اب مار لیا   آگیا چال پہ یار دن کے یہ چلتا پرزا
جی بڑھانے کیلئے حسن بہت اثانی کا   میں یہ لا کر ابھی آپ پہ لاکھوں ہیں فدا

مختصر یہ ہے کہ دم دیتے ہیں سب اہلِ جہاں

آپ کے نام پہ مرتا ہے ہر اک فرد بشر　　تذکرہ آپ ہی کا کرتے ہیں سب شام و سحر
تم سلامت رہو عاشق ہیں تمہارے گھر گھر　　ان میں بھی سب سے زیادہ جو فدا ہے تم پر
حکم ہو نام بتانے کا تو کہہ دوں جاناں

کہیں ایسا نہ ہو ہنسی کا بدلی ہو بلا　　مفت دشوار ہو اس شہر میں رہنا میرا
پہلے یہ شرط ٹھہر جائے کہو تو بتلا　　سن کے یہ بات کہا اس نے کہ سچ سچ بتلا
اس کا کیا نام ہے کیا حال ہے کیسا ہے جواں

جو کہا میں نے کہا اس نے کہ ہاں حال سنو　　پھر بھی کہتا ہوں کہ تم دل نہ چھوٹا دیکھو
جب مگر یہ کہا اس نے کہ ہاں کہہ ڈالو　　تب تو میں نے بھی کہا طل ہے کہ جو پوچھو
حال تو اپنا سنا دوں کہ وہ خود ہے پریشاں

چونکہ دریں بانی بیداد گر تھا حسن پہ ناز　　پہلے میں نے بھی سنائے سخن عجز و نیاز
اور پھر طرفہ غروری سے دو بار آواز　　جی کڑا کر کے کہا میں نے کہ لے بندہ نواز
ہے وہ مضطر صفت ماہی بے آب تپاں

ایک دنیا میں ترا عاشق صادق جو بھی　　یوں تو مرتے ہیں ترے نام پہ ہی جان سبھی
ایسی الفت بخدا میں نے نہ دیکھی نہ سنی　　نام سنتے ہی وہ بولی ارے میں جان گئی
تو وہی مضطر بدبخت ہے بے ریگماں

کہہ کے یہ میری طرف میں غضب سے دیکھا　　تھر تھر ایسی چڑھی کہ اندام میں لرزہ آیا
اور میں گھڑی خوف کے مارے مجھے کچھ بن نہ پڑا　　اسکے منہ سے یہ نکلنا تھا کہ بس میں بھاگا
نہ رہا دھیان کہ میں کون ہوں جاتا ہوں کہاں

خیر بھاگا تھا تو بھاگا تھا یہی موقعہ تھا　　وصل اس سے نہ ہوا تو نہ سہی ٹل تو گیا
یہ سب ایک طرف رہا ہے سب سر لکھا　　اور ستم اس پہ یہ تو ناکردہ میں میں بھولا
خود بخشش کی یہی ورق تاب و تواں

مضطر خیر آبادی

"جوگی"

صبح کو مطلع تاباں سے جب عالم پُر نور ہوا　　سب چاند ستارے ماند پڑے خورشید کا نور ظہور ہوا

مستانہ ہوئے گلشن تھی ہوا نرالے گلبن تھی — ہر وادی وادیٔ ایمن تھی ہر کہ پہ جلوہ
جب اوج صبا سے مہکی تھی ہر شاخ نہال لہلہاتی تھی — شمشاد و چنار سنار نے ہر سر دھنتا
سب طائر گل کے گانے کو گل نغمہ سرائی کو نکلے — اشجار بھی وجد میں آنے لگے دلکش وہ سماں
سبزے نے بساط بچھائی تھی اور بزم سرود سجائی تھی — یہ یاں گلشن میں یا آنگن میں فرش سجایا

تھا گلشن غیرت جنت بھی اور حال فضا کی مستانہ
اس حال میں ایک پہاڑی پہ جا نکلا ناظر دیوانہ

پھولوں نے جھٹ سے گاڑے تھے پربت چھپا تھی پانی تھا — تھے خیمے جیسے بادل کے کہرے نے قنات لگا
پھولوں پہ شبنم کے ترشے تھے چاندی کے قطرے جیسے تھے — جیسے سیماب اچھلتے تھے نالوں نے دھوم مچا
یہاں ناظر نے یہ دیکھا تھا اک مست قلندر بیراگی — تھی راکھ بدن پہ جوگی کے اور رنگ بھبوت رما
تھا راکھ کا جوگی کا بستر اور راکھ کا پیراہن تن پر — تھی ایک لنگوٹی زیب کمر چھنگوں تک لٹکا
سب خلق خدا سے بیگانہ وہ مست قلندر دیوانہ — بیٹھا تھا جوگی مستانہ آنکھوں میں مستی چھا

جوگی سے آنکھیں چار ہوئیں اور جھک کر جی نے سلام کیا
تب ٹھا کر ناظر سے یہاں بن باسی نے کلام کیا

کیوں بابا ناحق جوگی کو تم کس لئے آکے ستاتے ہو — ہیں پنکھ پکھیرو بن باسی تم جال میں ان کو
کوئی جگہ نرالا چاہتی کا کوئی جھگڑا اکھڑے رہنا کا — کوئی شکوہ سنگی ساتھی کا تم ہم کو سنانے
ہم جس سے بھاگ کر چھوڑ چکے اس نگری سے منہ موڑ چکے — جو زنجیریں توڑ چکے تم لاکے وہی پہنا
تم پوجا کرتے ہو دنیا کی ہم سیوا کرتے ہیں ساجن کی — ہم جوت جگاتے ہیں من کی تم اس کو آکے بجھا
سنسار سے یہاں منہ پھیر لیے من میں ساجن کا ڈیرہ ہے — یہاں آنکھ لڑائی ہے پیتم سے تم کس سے آنکھ لڑا

اس مست قلندر جوگی نے جب ناظر پہ عتاب کیا
کچھ دیر تو ہم خاموش رہے پھر جوگی سے خطاب کیا

ہیں ہم بھی سیلانی مست ناحق طیش میں آئے ہو جوگی — ہم آگے تھے تیرے درشن کو جیون پہ میل نہ
آبادی سے منہ پھیر لیا کیوں پربت میں کیا چھوڑ دیا ایمان — ہر محفل بیچ ہر منزل ہر دل میں ہے نور خدا
کیا مسجد میں کیا مندر میں سب جلوہ ہے وجہ اللہ کا — پربت میں نگر میں ساگر میں ہر اترائے ہر جا
جی شہر میں خوب بہلتا ہے وہاں حسن پہ عشق مچلتا ہے — وہاں پریم کا ساغر چلتا ہے چل دل کی پیاس بجھا
وہاں دل کا غنچہ کھلتا ہے ہر رنگ میں موہن ملتا ہے — چل شہر میں سنکھ بجا جوگی بازار میں دھونی

ان چکنی چپڑی باتوں سے مت جوگی کو پھسلا بابا
جو آگ بجھائی جتنوں سے پھر اس پہ نہ تیل گرا بابا

ہیں شہروں میں گل شور بہت اور حرص و ہوا کا زور بہت
بستے ہیں نگری میں چور بہت سادھو کی ہے بن میں جا بابا

ہیں شہروں میں سوز فن نفسانی جنگل میں ہے جلوہ ربانی
ہے نگری نگری کثرت کی بن وحدت کا دریا بابا

ہم جنگل کے پھل کھاتے ہیں چشموں سے پیاس بجھاتے ہیں
راجا کے دوار نہ جاتے ہیں پرجا کی نہیں پروا بابا

سر پہ آکاش کا منڈل ہے دھرتی پہ سہانی مخمل ہے
دن کو سورج کی محفل ہے شب کو تاروں کی سبھا بابا

جب جھوم کے یاں گھن آتے ہیں مستی کا رنگ جماتے ہیں
چشمے طنبور بجاتے ہیں گاتی ہے ملار ہوا بابا

یاں پنچھی ملکر گاتے ہیں پیتم کے سندیس سناتے ہیں
یاں روپ انوپ دکھاتے ہیں گل پھول درخت گیاہ بابا

ہے پیت کا ہر دم دھیان تجھے اور یاد نہیں بھگوان تجھے
سل پتھر اینٹ مکان تجھے دیتے ہیں کبھی چکما بابا

تم ان کو دھیان میں لاتے ہو پیتم کو دل سے بھلاتے ہو
مائی پہ جان گنواتے ہو تم بندۂ حرص و ہوا بابا

کہیں دولت آتی جاتی ہے یہ تیاگ رام کہانی ہے
یہ عالم عالم فانی ہے باقی ہے ذات خدا بابا

چوہدری خوشی محمد خان ناظر از کشمیر

"گلِ سرخ"

کیا شوخ اور دلکش اے گل ہے رنگ تیرا
جس سے شگفتہ ہر دم رہتا ہے قلب میرا

خالق نے تجھ کو رنگین جامہ عطا کیا ہے
بلبل کے خون میں یا تو نے اسے رنگا ہے

تو شاخ نخل میں ہے اور نخل باغ میں ہے
خوشبو ہی مست تیری لیکن دماغ میں ہے

کیا دلفریب صورت پیدا ہوئی ہے تیری
بلبل غریب اسی سے شیدا ہوئی ہے تیری

پہلے نثار ہونے کو گرد گھومتی ہے
آغوش میں پھر لے کر پھر تجھ کو چومتی ہے

وہ عندلیب گلشن جو ہم نوا ہے میری
تو دلربا ہے اس کا دلدادہ ہے وہ تیری

شاخوں میں تجکو جھولا باد صبا جھلائے
پیڑوں میں تیری رنگت نظارے کو لبھائے

غنچہ رہے کہ گل ہو خوش تیری ہر ادا ہے
شیدا ہیں تجھ پہ سب، تو کچھ ایسا خوشنما ہے

صورت سے تیری ظاہر قدرت ہوئی خدا کی
قدرت سے تیری ظاہر حکمت ہوئی خدا کی

غنچہ تھا پیشتر تو اب ہے گل شگفتہ
کھولا اسے ہوا نے جو راز تھا نہفتہ

باغوں میں تیری ہستی دل کو لبھا رہی ہے
شاخوں سے تیری مستی دل کو لبھا رہی ہے

رخسار تک جو تیرے شدت کی دھوپ پہونچی
و گلشن پہ تازگی پھر ہرگز نہیں رہے گی

بکھرے نہ یا الٰہی کرنیں دہن گلوں کا
کھینچے نہ یا الٰہی کوئی عرق گلوں کا

ہے کیسی پیاری پیاری اسکی عجب خلقت
یہ اسکی شوخ رنگت یہ اس کی تیز نکہت

ہر پھول سے زیادہ تو رونقِ چمن ہے
تو چھوڑ جانا اسکو گلشن ترا وطن ہے

اے گل یہاں سے نکلا تو دردناک ہوگا
گر چل کے منتشر تو بالائے خاک ہوگا

جب تک رہا شگفتہ کچھ باغباں نہ بولا
ہے اس کا دانت تجھ پر تو نے دہن جو کھولا

ناداں ہے کہ کھولا اپنے دہن کو تو نے
خود ہی لیا نہ ہر تاریخ و محن کو تو نے

لب بستہ تو جو رہتا آتی کبھی نہ آفت
قفل دہن کو کھولا آئی بڑی مصیبت

دستِ جفائے گلچیں سے کیا بچے گا اب تو
گلشن میں تا بھی لیکن اے گل نہ رہے گا اب تو

صیاد اور گلچیں کہنے کو تو بشر ہیں
وہ دل دکھا رہے ہیں ظالم یہ کسقدر ہیں

چیخے گی اے فرقت میں عندلیب گلشن
گھر باغباں کا جس دم تیرا بنے گا مسکن

بجلی خزاں کی بلبل کی جان پہ گرے گی
گرتی ہوئی فغاں یہ گلزار میں پھرے گی

او عندلیب! او گل! تمکو چمن مبارک
جب تک نصیب میں ہو لطفِ وطن مبارک

شاخِ شجر غنیمت ، بادِ چمن غنیمت
نکلے اگر وطن سے تو ہر جگہ ہے ذلت

ہر گل جہاں کی اچھی مثال ہے تو
یہ گرچہ میں اپنے جی کا وبال ہے

گلچیں نے جیب آخر تیرا وطن چھڑایا
تجھکو شجر سے توڑا تجھ سے چمن چھڑایا

او محفلِ طرب کی! اور گلستاں کی رونق!
چہرے پہ آئی خشکی ، رنگت تری ہوئی فق

او نکھرے رنگ والے او شوخ گال والے
تیرے جگر میں کیا کیا جیسے لگے ہیں چھالے

مالک نے تیرے جب تک رشتہ کو خود نہ توڑا
خوش کے دوامی تجھ میں تو نے نہ ساتھ چھوڑا

ڈالا ہے دور اس نے کس بیدلی سے تجھکو
تو ہو گیا تھا اسی بیکار ہی سے تجھکو

اپنے اگر پہ تو اے گل جو غور کرتا
پھر چمن میں تو ہرگز قدم نہ دھرتا

گو ہی کی طرح لیکن سب بے قصور تو بھی
پابند حکم حق کا ہے ضرور تو بھی

محمد حسین محوی لکھنوی

"صبحِ بہار"

یہ سہانا نور کا تڑکا رہے گا یادگار
حسن پر جس کے کیا گردوں نے تاروں کو نثار

ہے شفق یا دامنِ فیروزہ گوں میں لالہ زار
ہے سحر یا سبزۂ تر آسماں میں آشکار

یہ سحر ہے یا کہ ہے رنگِ رخِ عذرائے صبح
یہ شفق ہے یا کہ ہے خونِ رگِ ابرِ بہار

ہو گیا فیضِ سحر سے چنبرِ گردوں جگر
بن گئی لطفِ ہوا سے کہکشاں جیسے کٹار

چاہ سے نکلے ہیں یوسف یا کہ تارا صبح کا
یا بنا گوشِ زلیخا میں ہے درِ شاہوار

حور کا دستِ نگاریں ہے کہ ہے کف الخضیب
آرسی میں یا نظر آتا ہے یہ رنگِ عذار

خوشۂ گندم ہے سنبل یا کفِ عذرا میں ہے
گوندھتے کیا ہاتھ میں سلمیٰ کی ہے زلفِ مشکبار

جھلکتی ہے بامِ گردوں پر کمندی سی کرن
کرتا ہے تیرِ شعاعی نسرِ طائر کو شکار

حور کا جلوہ دکھاتی ہے یہ صبحِ جاں فزا
جس کے گھونگھٹ سے سپیدۂ سحر کا ہے قہقہا

قرنی الشمس بھی اسکے زیرِ پا ہیں جبین کی
نکلی ہے چادر سے آبِ زر کی یہ سیمیں عذار

چشمۂ خورشید میں غوطہ لگائے گی یہ پھر
گنبدِ نیلوفری پر ہوگی دم لیکر قرار

خیطِ ابیض یہ نہیں دو ہاتھ میں پیر آسماں کے
سیر کر آیا ہے جو دریائے ناپیدا کنار

یا ہیں دونوں طنابِ خیمۂ افلاک کی
یا یہ سمجھو ہے عنانِ ابلقِ لیل و نہار

غرہ وہ ہے کہتی جسکی فلک کو آرزو
ماسوا بجز خورشید کہ تھا اس سحر کا انتظار

دولتِ بیدار تو ہر وقت ہاتھ آتی نہیں
ملی ہے خلد سے یہ ایک ساعتِ مستعار

طلوعِ آفتاب

شاہدِ زریں پہ آیا نظر ساغر بکف
نشے میں ہیں لہو کی بوند چشمِ میگسار

ہاتھ میں ساغر قدم میں لغزشِ مستانہ ہو
گر نسیم آئی تو تیوری چڑھ گئی بے اختیار

جھپکی جاتی ہے جو آنکھ اٹھا کے پیچھے دوڑی
کیا مئے دوشینہ کا باقی ابھی تک ہے خمار

جوشِ مستی سے سماتا ہی نہیں جامہ میں آج
ہو گئی آخر قبائے زر فشاں سے تار تار

(سید علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی)

کلام اکبر الہ آبادی مخمس بر غزل شاہ ظفر دہلوی

بگلاتی مراحل کبھی ایسی تو نہ تھی — تند موجِ لبِ ساحل کبھی ایسی تو نہ تھی
بےکلی تیری قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی — بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

کرتی ہے خلق کو لیلائے لبری مفتوں — ہند کے دل کو لیا لیتا ہے ہل کا فسوں
لاجیت بھی ہوئے شاید کہ اسیر و محزون — اسے کوئی کرتی زنداں میں نیا ہی مجنون
آتی آواز سلاسل کبھی ایسی تو نہ تھی

پیشتر اس سے طبائع کے نہ تھے یہ پہلو — کہیں انسان کی تھی لہر کہیں موج وضو
اے مس سیمتن و ماہ جبین و گل رو — تری آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت مری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی

[illegible]

[illegible] اقبال [illegible] ایم اے بیرسٹر ایٹ لا

[illegible]

نکالا ہاں ازل سے جو نکتہ میں میں نے — ہر ایک چیز میں دیکھا اسے مکیں میں نے
سوال دید میں لذت ہے اے کلیم ایسی — ہزار بار سنی ہے وہ ہی نہیں میں نے
سنے ذرا کوئی غربت کی داستاں مجھ سے — بھلایا قصۂ پیمان اولیں میں نے
لگی نہ میری طبیعت ریاضِ جنت میں — پیا شعور کا جب جام آتشیں میں نے
رہی حقیقت عالم کی جستجو مجھ کو — دکھایا اوجِ خیال فلک نشیں میں نے
ملا مزاج تغیر پسند کچھ ایسا — کیا قرار نہ زیر فلک کہیں میں نے
نکالا کعبے سے پتھر کی مورتوں کو کبھی — کبھی بتوں کو بنایا حرم نشیں میں نے
کبھی میں ذوقِ تکلم میں طور پر پہنچا — چھپایا نورِ ازل زیر آستیں میں نے
کبھی میں غارِ حرا میں چھپا رہا برسوں — دیا جہاں کو کبھی جامِ آخریں میں نے
کبھی میں قتل ہوا کربلا کے میدان میں — کیا کسی کو ستم [illegible] آفریں میں نے
کہا کسی نے فسانہ [illegible] عرش و کرسی کا — وہ سادہ لوح ہوں بس کر لیا یقیں میں نے
سنایا ہند میں آکر سرودِ ربانی — پسند کی کبھی یونان کی سرزمیں میں نے

جس نے ابھارا خلق کو طاعت کردگار پر — نقش اُسی کا رہ گیا صفحۂ روزگار پر
شاہ و وزیر کے تو نام دب گئے کبھی کے ہنر کیا تھا — سکۂ نام انبیاء اب بھی ہے ہر دیار پر

"مبتلائے غم"

یہ صبح صبح کدھر کا نسیم ارادہ ہے — بتا کون سا باغ آج تو نے تاکا ہے
بہار شام اودھ کی ہے سیر مد نظر — سمجھ گیا میں تری چال سے یہ پیدا ہے
اگر یہ سچ ہے تو سن مجھ سے دیکھ میری طرف — وہ راستہ ہے جو پورب کی سمت جاتا ہے
اگر ٹھیک نہ کئی راہ تو ملے گا تجھے — اودھ میں ایک چمن دل سا جو شگفتہ ہے
چمن نہیں ہے وہ اک حور زادہ کی ہے گلی — گلی نہیں ہے وہ باغ ارم کا تختہ ہے
وہاں پہ پہنچ کے ادب سے ذرا ٹھہر جانا — پکارنا پھر اُسے بڑھ کے جھک کر جانا ہے
کہ او فراق نصیبوں کے بھولنے والے — تجھے خبر نہیں دنیا میں ہو رہا کیا ہے

تجھے خبر نہیں کیا منتظر کی حالت ہے — تجھے خبر نہیں مر مر کے کون جیتا ہے
وہ "رام پور" جو ہے دور تک مشہور — میں کیا کہوں کہ وہاں میں نے کس کو دیکھا ہے
شکستہ حال سا ہے اک جوان عاشق تن — غریب ہر فلک پیر کا ستایا ہے
جگر پہ کھائے ہوئے ہر کسی کے عشق کی چوٹ — جو حال دل کا ہے وہ آنکھ سے ٹپکتا ہے
نہ جانے کس نے کیا ہے اُسے شہید ادا — نہ جانے کون سا قاتل ہے جس پہ مرتا ہے
خیال یار میں ڈوبا ہوا ہے آٹھ پہر — نہ اپنا ہوش نہ اس کو کسی کی پروا ہے
کبھی تو گرم ہیں نالے کبھی ہیں سرد آہیں — کبھی سکوت ہے ایسا کہ شک سا ہوتا ہے
زبان حال سے کہتا ہے بے قرار ہوں میں — کبھی جگر پہ کبھی دل پہ ہاتھ رکھتا ہے
جہاں ادھر کا کوئی شخص ادھر کو جا نکلا — نگاہ شوق سے گھڑیوں اُسے وہ تکتا ہے
جلیل کہتے ہیں اس کو اگرچہ ہے وہ ذلیل — خراب حال ہے پر آدمی وہ اچھا ہے
بہت ستاتی ہے جس وقت بے قراری دل — ادھر کو ہاتھ اٹھا کر یہ شعر پڑھتا ہے

"بیا بیا کہ ترا تنگ در کنار کشم"
"تنگ آمدہ ام چند انتظار کشم"

"نئی تہذیب"

ہر مشرق میں ہے مغرب کی شعاعیں کیسی
اجالا ہے جہاں میں اندھیرا نظر آتا ہے مجھے

وضعِ انگلش پہ مٹے جاتے ہیں کالج والے
کچھ نرالا رنگ جہاں کا نظر آتا ہے مجھے

نہ وہ اگلے سے تکلف نہ وہ فرشِ زریں
گھر کا کچھ اور ہی نقشا نظر آتا ہے مجھے

حقہ اور پان کی وہ رسم کہاں اگلی سی
میز پہ سگریٹ و مینا نظر آتا ہے مجھے

کوٹ اچکن کو مدت ہوئی زینت پائے
اب بچھڑتا ہوا ایسا نظر آتا ہے مجھے

جا بجا ہند میں کھلنے لگے لیڈیز کلب
راجہ اندر کا اکھاڑا نظر آتا ہے مجھے

سیر و تفریح کے ارمان ہیں اللہ اللہ
یہی ہر سمت تماشا نظر آتا ہے مجھے

جس کا سایا بھی فلک نے نہیں دیکھا تھا کبھی
آج اُن کا رخِ زیبا نظر آتا ہے مجھے

نئی تہذیب میں بے پردہ ذری بھی صفدر
ابھی اُٹھتا ہوا پردا نظر آتا ہے مجھے

(حضرت صفدر مرزا پوری)

کنوارپن

ادا و غمزہ و شوخی و عشوہ و انداز
نمودِ حسن جوانی ابھار کا آغاز

نہ دل میں رازِ محبت، نہ رمزِ ناز و نیاز
حیا کے بس میں ہے مرغِ شباب کی پرواز

کنوارپن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

وہ حسن نور کا سانچہ وہ سادگی وہ جمال
وہ شرم اور وہ خجالت وہ نازکی وہ چال

وہ بھولا پن وہ لڑکپن وہ کمسنی وہ خیال
سڈول جسم پہ وہ روپ مہ، وہ جمال

کنوارپن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

شگفتہ دل میں کسی حسین لندن کی
کہ جس طرح کوئی کونپل کنواری دلہن کی

مزے سے لوٹ رہی ہے بہار گلشن کی
اُسے خبر نہیں نرگس کی چشمِ پرفن کی

کنوارپن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

وہ بھوری آنکھیں وہ پلکیں وہ دیدہ ہائے کبود
وہ تیکھی چتونیں از بس وہ شوخیوں کی نمود

لڑی ہے آنکھ شرارت کی آنکھ سے بے سود کہ ہے حجاب کے بس مین نگاہ شرم آلود
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

نہال حسن مین اعجاز قدرتی کی بہار جواب برگ گل تر وہ پھول سے رخسار
شعاع حسن مین انوار مہر بے انوار نسیم صبح مین کیا دم کرے جو بو بن کنارہ
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

شعاع مہر سے رخشان گل گلرنگ بال ادائین ابر بہاری سے لطف خیز کمال
ادا سے پاؤن مین عیسیٰ نفس کی سادی چال وہ کنواری بھولی برس بارہ تیرہ کا سن و سال
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

وہ نازنین سمن اندام خوبرو و حسین ہلال ابرو و بدر منیر جس کی جبین
کنواری عفت و عصمت کی پیاری پردہ نشین کہ ناز حسن ہے کیا شے یہ جانتی ہی نہین
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

نہ ربط جوش جنون سے نہ عشق کا خلجان نہ دل مین شکوۂ فرقت نہ وصل کا ارمان
بہار حسن کی اوسکو خوشی نہ رنج خزان کنوار پن مین لقب قدرتی ہے ہیچدان
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

نہ لب پہ شیون و فریاد ہے نہ آہ کا نام سنا نہین کبھی کانون سے اوسنے چاہ کا نام
وہ جانتی نہین کیا چیز ہے گناہ کا نام جھکاتی شرم سے گردن ہے سن کے بیاہ کا نام
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

تمیز کر نہین سکتی وہ دوست دشمن کا سمان دکھاتی ہین پلکین نظر کو چلمن کا
اثر ہے چشم منور مین سحر پرفن کا شباب مین بھی وہی ہے مزاج بچپن کا
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

نہ کوئی خضر ہے اوسکا نہ کوئی رہزن ہے لبھاتا عام کے دل اوسکا چلبلا پن ہے
شگفتگی پہ گل نونہال گلشن ہے وہ چشم نرگسی اوسمین حیا کا مسکن ہے
کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

یہ گل وہ ہے جسے کرتی نہین خزان پامال یہ نخل ہے ثمر آرزو سے مالا مال
یہ مال وہ ہے کہ دنیا کا مال ہے کیا مال یہ وہ زمانہ ہے دائم جسے عروج کمال

کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

یہ شمع وہ ہے اٹھاتی ہے جسکے ناز نسیم
یہ موتی وہ ہے کہ صدقے ہے جسپہ دُرِّ یتیم

یہ وہ بہار ہے جسکو خزاں کا خوف نہ بیم
یہ غنچہ وہ ہے گلشن عفت کہ جسپہ لطف کریم

کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

کچھ اسکے حسن میں وہ نیچرل لطافت ہے
کہ بول اٹھتا ہے دل کیا خدا کی قدرت ہے

کمر جو ہے بھی تو پتلی پر از نزاکت ہے
گہر آسنگ یہ طرفہ بہار عصمت ہے

کنوار پن بھی عجب سادگی کا عالم ہے

(نگہر لکھنوی)

"حسرت وطن"

بس تماری چھوٹی سی یادگار رہے
غریب ہوں میں وطن میں مرا مزار رہے

جہاں تھا آہ لڑکپن کا میرا گھر ادھر
قبر میری وہیں اے روزگار رہے

مٹے نفاق وطن آہ! یہ کہاں امید
غلط کہ رشتۂ نازک یہ استوار رہے

مرے ہے ساتھ میری آرزوئے حب وطن
مرے مزار کے پہلو میں اک مزار رہے

قفس میں میری تسلی کے واسطے صیاد
وطن کے پھولوں کا اک کنج خوشگوار رہے

چمن میں آہ میں وہ نقش نامرادی ہوں
ہزار بار گلا کر نہ ایک بار رہے

وہ پھول آہ جو ہو نازش بہار چمن
نظر میں بلبل و گلچیں کے چھپ کے خار رہے

رُلا رہا ہے مجھے سوز اشتیاق وطن
عجب نہیں ہے کہ آنسو ہر اک شرار رہے

دلاتا یاد وطن مجھ غریب کو ہر دم
کہ میری جان پہ نہ اے درد انتظار رہے

نسیم لیکے جو غربت میں آئی بوئے وطن
مشام شوق مرا نافۂ تتار رہے

چمن سے لاکے صبا پھول وہ چڑھا دینا
بس اک فنا جو مرا دشت میں مزار رہے

دیار غیر میں گرتا نہ اے صبا برباد
وطن میں آنکھوں کا سرمہ مرا غبار رہے

دم اخیر ہے یاروں سے جاکے کہدو چلیں
کہ بیکسی نہ مرے غم میں سوگوار رہے

یہ لوح گور غریباں پہ ثبت ہو مصرع
کہ ایسا کوئی وطن کا نہ جاں نثار رہے

(زمانہ)
(بالک رام شاد بجواڑیہ)

"سارس کا جوڑا"

اے بدنصیب سارس! جوڑا کہاں ہے تیرا — کیوں آہ! شام کر تو لیتا نہیں سویرا
یہ دردناک چیخیں! تیری یہ کیا اندھیرا — کیوں اُڑ کے کر رہا ہے تو آسمان کا پھیرا

پھرتا کہاں نشاں ہے تو کس کی جستجو میں
پھرتی ہے کس کی صورت یہ چشم آرزو میں

یہ کس کا کر رہا ہے غم بے قرار تجھ کو — پاتا ہوں آہ! ہر شب میں سوگوار تجھ کو
دلبر نہیں ہے اپنے کیوں اختیار تجھ کو — میں جانتا ہوں جس کا ہے انتظار تجھ کو

جوڑا بچھڑ گیا ہے او! غم نصیب تیرا
جنگل ہی میں بنی ہے اب حبیب تیرا

پھرتا ہے سر جھکاتا کیوں کوہساروں میں تو؟ — بھرتا ہے ٹھنڈی سانسیں کیوں سبزہ زاروں میں تو؟
دلگیر آہ! کیوں ہے جوش بہاروں میں تو؟ — کیوں آہ! چیختا ہے جوش بہار میں تو؟

دنیا میں پھر ممکن ہے اب وصال اُس کا
نادان! محو کر دے دل سے خیال اُس کا

کب تک صدائے پیہم نالہ و فغاں کی — آخر ہے انتہا بھی تیرے غم نہاں کی
چلتی جگر پہ کب تک اندوہ جاں ستاں کی — فریاد آہ! سن لے! اے طیر زار ناتواں کی

"تیری طرح ہوں اُف اُف! فرقت نصیب میں بھی
کھوئے ہوئے ہوں یعنی اپنا حبیب میں بھی"

جس طرح آہ! تجھ کو جوڑا ہے اپنا پیارا — مجھ کو بھی درد فرقت تو نہیں نہیں گوارا
راتوں کو جس طرح تو پھرتا ہے مارا مارا — میں نے بھی چھان ڈالا تو نہیں جہاں سارا

باغ جہاں میں لیکن اس گل کی بو نہ پائی
بچھڑا جدا ہوا تھا۔ وہ گفتگو نہ پائی

جس طرح لوٹتا ہے تو دہر میں نشاں سے — ہوں بے قرار میں بھی یوں ہی غم نہاں سے
حسرت ٹپک رہی ہے دونوں کی داستاں سے — دونوں تھے یار دلبر رخصت ہوئے جہاں سے

راہی ہوئے عدم کو دونوں سے یار جانی

چھیڑیں نہ میں قصۂ غم۔ تو ہجر کی کہانی

کب تک یہ سینہ کوبی، کب تک یہ جوش ماتم کب تک یہ شور نالہ۔ کب تک یہ آہ پیہم
نظروں میں ہے کسی کا کب تک یہ عالم چپ چاپ شام غم میں آ بیٹھے تو دونوں ہم

دار المحن ہے دنیا۔ دونوں الم سے چھوٹیں
خوش خوش جہاں سے جائیں حسرت کریں غم و چھوٹیں

خلد بریں میں اپنے جوڑے سے جا ملے تو اور ہو نصیب تجھ کو مہر نگار خوش خو
دونوں کے زیب بر ہوں۔ دونوں کے یار ہمدم ہوں روضۂ جناں میں دونوں کے گرم پہلو

تو سبزہ زار میں ہو۔ میں کنج دل نشیں میں
حسرت نہ عیش دنیا کی ہو دل حزیں میں

(سرور جہان آبادی)

(نسیم سحری)

دلربا کتنا ہے انداز نسیم سحری اس کی رفتار میں شوخی و شرارت ہے بھری
خوش خرامی پہ نہ ہو کبک دری کیوں شیدا صحن گلشن میں دکھاتی ہے عجب عشوہ گری
رونق بزم گلستان ہے اسی کے دم سے ہے مناسب جو کہا جائے اسے سبز پری
اسی کمبخت نے توڑا ہے شگوفوں کا حجاب گرد گلچیں کی بھی پھولوں سے اسی نے جھاڑی
کس ڈھٹائی سے لیا بوسۂ رخسارۂ گل باغباں سے نہ تو جھجکی نہ یہ بلبل سے ڈری
میٹھی نیندوں کے جو نشے میں ابھی تھے مدہوش دور اول سے اسی بیباک نے کی بیخبری
نکہت گل ہے لیے پھرتی ہے کاندھے پہ نسیم کر اٹھا لائی ہے گلفام کو یہ سبز پری
ہے یہ پر لطف نسیم اس سے چمن ہے شاداب یہ جو آئی ہے تو دوڑ آئی ہے پھولوں میں تری
دل شگفتہ ہے کسی کی تو کسی کی دلدار گل کھلاتی ہے بڑھاتی ہے چراغ سحری
لوریاں دیتی ہے پھولوں کے بڑھاتی ہے پلنگ عمر بھر یہ ہی کیا کی ہے "نسیم سحری"
اسکے بے ساختہ پن سے گل و بلبل سیکھے عادت جامہ دری اخصلت شوریدہ سری

دن چڑھا، دھوپ نکل آئی ہوا پھول ادھ کھلا
کہ یہ دنیا سے چلی باندھ کے رخت سفری

تیری اٹھکھیلیاں پھولوں سے غضب کی ہیں "نسیم" — دل وارفتہ کو بھاتی ہے تری عشوہ گری
چمن دہر میں اُڑتا ہے پھریرا تیرا — ای "نسیم سحری" تو ہے وہ سیاح جری
دیکھ وہ شبنم گل ہو گئی پانی، پانی، — تیرے جھونکوں سے زمین کو ہے نصیب اوسکی تری
کیون کسی کی یہ کرے نیند خراب اے محوی
کیون جگائے کسی فتنے کو "نسیم سحری"
(محمد حسین محوی لکھنوی)

کہان مین جاکر رہون؟

نجات ہو شورش جہان سے — کہان مین جاکر رہون؟ کہ مجکو — سکون حاصل کوئی گھڑی ہو
بچون ضرر سے بچون زیان سے — بری نگہ سے بری زبان سے
نہ دل مرا بستیون مین بہلے — نہ سیر صحرا مجھے خوش آئے
نہ شاد مین بزم یار مین ہون — نہ دل شگفتہ بہار مین ہون — غرض عجب خلفشار مین ہون
اگر رہون دور جا کے بن مین — شگفتہ پھولے پھلے چمن مین
تو یاد صرصر کی گل فشانی — نہین ہے دلبر کم از گرانی — وہان بھی مفقود شادمانی
وطن مین پابندیان وطن کی — نہین کم از لذت اسیری
ہمیشہ جیسے کوئی قیدی — جو تال پر اپنی بیڑیون کی — تھرک رہا ہو وہ گت ہے میری
جو مال و دولت کما کے بھر لون — یہ ٹھان کر خوب چین کر لون۔
تو کاہشون سے کہان مفر ہے — کہ خلق مرنے کی منتظر ہے — غرض یہ سودا بھی دردسر ہے
اگر کسی سے مین دل لگا دون — کسی حسین نازنین کو چاہون
تو چاہنے کا ہے یہ نتیجہ — کہ یک سر اور صد ہزار سودا — خراب، خستہ، ذلیل، رسوا
کسی سے رکھون اگر نہ مطلب — تو کام دنیا کے بند ہین سب
ملون تو ملنا ہے کاوشون مین — کچھ اپنی کچھ اوسکی خواہشون مین — غرض کہ ہے جان کاہشون مین
کوئی ہے بیکار مجھ سے شاکی — کوئی ہے بے وجہ میرا بیری
سکوت مین اوسکو اور جرأت — مقابلہ سخت ہے جہالت — غرض کہ ہے ہر طرح مصیبت
یہ عرصۂ کارزار ہستی — بساط ہے تازہ کشت و خون کی

لڑوں تو دنیا مرے مقابل جو بھاگ نکلوں تو ہے یہ بزدلی غرض یہاں بھی سخت مشکل
ملازمت میں ہے یہ خرابی کہ میری عادت ہے صاف گوئی
مجھے خوشامد سے سخت نفرت وہاں ہے اسکی بڑی ضرورت غرض بسر کی نہیں ہے صورت
کہاں سے مجکو دوست ایسا جو ٹھیک ہو ہم خیال میرا
کہ مثل آئینہ جس کا باطن دکھاوے اور کے مجھے محاسن نہیں تو ہے میل غیر ممکن
میں رہ کے دنیا میں ترک دنیا کروں یہ ممکن نہیں ہے حاشا
بفرض امکان جو جوگ لوں میں سہاگ کو چھوڑ سوگ لوں میں تو جان کو اور روگ لوں میں
میں کیا کروں تخت و چتر لیکر کہاں رہوں گا میں تاج دے کر؟
ابھی جہانِ خراب میں ہو تو میں صاف کہتا ہوں یاد رکھو مرا اسلام ایسی زندگی کو
مرے لئے تنگ یہ زمیں ہے مرا ٹھکانا کہیں نہیں ہے
نہ دن کو باغ بہار میں ہے نہ شب کو آغوش یار میں ہے جو ہے تو کنج مزار میں ہے

(نادر علیخان نادر کاکوروی)

"بلبلہ"

پھولا ہوا ہے کسلئے کیا بلبلہ میں ہے اللہ کون سی یہ ہوا بلبلہ میں ہے
اُف کسقدر غرور بھرا بلبلہ میں ہے فرعون کیا یہ آکے چھپا بلبلہ میں ہے
کتنا ابھار، کتنی اکڑ، کیسی شان ہے
پانی کی ایک بوند میں کیا آن بان ہے
ہے آب و تاب خوب مگر یہ گہر نہیں ہے جان یہ کسی کا مگر زیب سر نہیں
گنبد عجیب سا ہے مگر کوئی در نہیں سر میں ہوا ہے اسکے مگر یہ بشر نہیں
دم خم کے ساتھ بھی نہیں تلوار بلبلہ
پھر چیز کیا ہے اے اولی الابصار بلبلہ
یارب کسی کا آبلہ پا ہے بلبلہ یا دل جلوں کے دل کا پھپھولا ہے بلبلہ
فوراً نہاں نظر سے یہ ہوتا ہے بلبلہ مجکو یقین ہے بیضۂ عنقا ہے بلبلہ
یہ بلبلہ ہے یا کہ طلسم حیات ہے

خرام ناز پایا آفتابوں نے ستاروں نے
چٹک غنچوں نے پائی داغ ہائے لالہ زاروں نے

حضرت اقبال ایم اے بیرسٹر ایٹ لا

بیر بہوٹی

آہ او ننھے سے کیڑے قرمزی جامے ہے تو — دشت میں اک سرخ چھوٹا سا گل رعنا ہے تو
صفحۂ ہستی پہ اک نقش تحیر زا ہے تو — شعلہ زار حسن کی چھوٹی سی اک دنیا ہے تو

برق عالم سوز کی ننھی سی ہیکل ہے کوئی
آتش یاقوت کی چھوٹی سی مشعل ہے کوئی

کچھ عجب عالم ہے تیرے حسن کے انداز کا — سرخ ڈورا ہے کسی چشم فسوں پرداز کا
قطرۂ مضطر ہے خون کشتگان ناز کا — قلب خوں گشتہ ہے مژگان کسی جانباز کا

یا شفق کا کوئی ٹکڑا ہے زمیں پر جلوہ گر
جام زریں میں ہے یا صہبائے احمر جلوہ گر

گل بداماں ہے شفق میں شعلۂ تیغ حسن — خون عاشق یا نمایاں ہے سر گریبان حسن
یا عقیق سرخ کی چھوٹی سی ہے تصویر حسن — نقش نیرنگ فسوں ہے یا کوئی تصویر حسن

جلوۂ گل ہے فضائے وادی پرخار میں
سرخ نگینہ ہے قبائے سبزۂ کہسار میں

محضر خون شہیداں ہے ترا دامان سرخ — یا ہے خون کشتگان عشق کا عنوان سرخ
یا کسی کے ناوک پرخوں کا ہے پیکان سرخ — اشک گلگوں یا ہے زیب نشتر مژگان سرخ

رنگ آمیزی ہے قدرت کی تری تصویر میں
اک دل پردرد ہے قدرت کی تری تصویر میں

حسن میں تیرے ہے لطف نازکی — خندۂ لب ہائے حسیناں کی ادائے دلنشیں
جلوۂ رخ سے ترے گلگوں ہے دامان زمیں — بزم صحرا میں ہے تو جام شراب آتشیں

بادۂ گلگوں ترے چھوٹے سے پیالے میں ہے
عالم نیرنگ افسوں ترے میخانے میں ہے

وادیِ پرخار میں اک ثمرِ سوزاں ہے تو — دامنِ کہسار میں اک شعلۂ عریاں ہے تو
کشتِ زارِ حسن میں اک دانۂ مرجاں ہے تو — یا کسی گلگوں قبا کا گوشۂ داماں ہے تو
ناز ہے صحرا کو تری شوخیِ رفتار پہ
دوڑتا ہے خون کا قطرہ سبزۂ کہسار پر

گل بداماں ہے کوئی دوشیزۂ گلشن مگر — ہلکی ہلکی سرخ پھولوں کی ہے چادر دوش پر
وقفِ رعنائی ہے یا کوئی عروسِ سیمبر — روئے زیبا پہ ہے غازہ سرخ جوڑا زیبِ بر
لوٹتا ہے کوئی بسمل سبزۂ بیگانہ پر
یا مئے گلگوں کا قطرہ ہے لبِ پیمانہ پر

جلوۂ گل سے ہے رنگیں روئے زیبائے بہار — نازنیں ہے یا کوئی محوِ تماشائے بہار
یا مئے گلرنگ سے گلگوں ہے مینائے بہار — یا ہے اخترِ مجنوں۔ داغِ سویدائے بہار
سبزۂ کہسار نے یا لعل اگلا ہے کوئی
چن رہی ہے پھول یا دوشیزۂ رعنا کوئی

سرور جہاں آبادی

نگارستانِ الفت

۱۳۹۲

پیاری باتیں

اک نظر مہر کی بھی ساقی — ماہرو آئینہ پیکر ساقی

مہرباں تشنہ لبوں پہ ہو جا — دل کی لہروں کا سمندر ہو جا
کشتیِ مے نہ چلے میرے بغیر — میرے دریا تیرے بیڑے کی خیر
کردے سرشار مجھے جی بھر کے — دے صراحی پہ صراحی بھر کے
گردشِ جامِ شراب اے ساقی — دم آئے دم آئے ساقی
غرق کرتا ہے تلاطم مجھ کو — آج اللہ کوئی خم مجھ کو
یہ بھی اک تشنۂ بیدِ ساقی — پار کرتا ہے مخاطب ساقی

چھیڑتے وہ یہ کہہ کے رلاتا ہے مجھے
خیرہ بن بن کے بناتا ہے مجھے

ہیں یہ کیا رنگ تمھارے محسن
سست کیوں ہو مرے پیارے محسن

نہ وہ صورت نہ وہ سیرت تیری
یار کیا ہو گئی حالت تیری

اڑ گیا رنگ ترا بو ہو کر
بہ گیا خون دل آنسو ہو کر

حیف حالت تری گھبرائی ہوئی
ہائے صورت تری مرجھائی ہوئی

لب پہ آئے ہوئے نالے پیہم
ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں ہر دم

چہرہ اترا ہوا حیرانی میں
عرق آیا ہوا پیشانی میں

زردی چھائی ہوئی رخساروں پہ
سرسوں پھولی ہوئی انگاروں پہ

مردنی چھائی ہے چہرا دیکھو
اپنی جاتی ہوئی دنیا دیکھو

چھپ گیا چاند ستارا ہو کر
اڑ گیا آئینہ پارا ہو کر

ہر دم اک رنگ بدلتا کیوں ہے
شمع کی طرح سے جلتا کیوں ہے

یہ اگر تجھ سے ترے گلکاری کے
جن کے تلووں میں چبھے ہیں کانٹے

کامرانی کا بہت تھا چھوڑا
لٹ گیا تیرا ٹھہانا جوڑا

رنگ اڑ اڑ کے بکھر جانے لگا
ناتوانی کو بھی غش آنے لگا

بند آنکھیں کیے روتے دیکھا
رات ہم نے تجھے سوتے دیکھا

کس بلا کا تو ہوا ہے مجنوں
لیلیٰ کہتی ہے بلائیں لے لوں

کوہ پر جا کے اگر سر مارے
کوہکن بھی تجھے پتھر مارے

باتیں کرتے ہو رک جاتے ہو
آپ ہی چھیڑ کے شرماتے ہو

کبھی ملتے ہو تو بیگانے سے
کبھی ہنستے ہو تو دیوانے سے

شہر کا سیر و تماشا چھوڑا
لٹ گیا تیرا ٹھہانا جوڑا ہو

رکھ دیے موسم گل میں کیونکر
طاق نسیاں پہ سنہرے ساغر

آشنا گل کے نہ نرگس کے رہے
باغ میں تم تو خزاں بن کے رہے

بیٹھے جنگل میں نہ یکسو ہو کر
کاہے کو سوان پھرے آہو ہو کر

نجد میں ترا گلا ہوتا ہے
قیس لیلیٰ سے خفا ہوتا ہے

کسی بت نے تجھے حیران کیا
کسی کافر نے مسلمان کیا

بیٹھے بٹھلائے یہ سوجھا تجھکو — کیا ہوا میرے کہنا تجھکو
خون میں ڈوبی نگاہیں کیسی — ہیں مری جان یہ آہیں کیسی
گر پڑے کیوں یہ مرے بسمل چھوٹ — یاد آئی کوئی قاتل چتون
عشق گیسو نے یہ عقدہ کھولا — سر پہ چڑھ کر ترے جادو بولا
جال پھیلائے ہیں نشتر والے — بال کھولے ہوئے گھونگر والے
جان لیتے ہیں نکھرنے والے — تم سلامت رہو مرنے والے

دل لگا ہے تو پشیمانی کیوں — جان کی فکر مرے جانی کیوں
آبرو کی تجھے پروا کب تک — ننگ و ناموس کا کھٹکا کب تک
ہوش میں آؤ سمجھ والے ہو — تم تو بے پیے متوالے ہو
سو کہیں ایک نہ مانی آخر — مٹ گئی تیری جوانی آخر
چاندنی تجھ سے چھپے گی کب تک — روشنی شمع سحر کی کب تک

دل ناشاد کو رکھ قابو میں — تیر ہی یار نہ ہو پہلو میں
جھوٹی کھاؤ نہ ہزاروں قسمیں — پھینک دو دل جو نہیں ہے بس میں
حال دشمن کا دگرگوں ہو جائے — کیوں ترا دل مری جان خوں ہو جائے
تھام لے دل تجھے دلبر کی قسم — سر اٹھا تجھکو مرے سر کی قسم
دوستانہ تجھے سمجھاتے ہیں — نہیں سنتا ہے تو ہم جاتے ہیں
بس مجھے کرتے ہیں چلتا ساقی — لے مرے ہاتھ سے ساغر ساقی
ہاتھ لینا مجھے غش آتا ہے — دل کہیں اور لیے جاتا ہے
تری محفل کا یہی طور رہے — دور رقیب تک یہی دور رہے

محسن مرحوم کاکوروی

سبزۂ بیگانہ

او مست ناز روند نہ زیر قدم مجھے — ظالم بنا نہ تختۂ مشق ستم مجھے
ٹھنڈی ہوائیں لینے دے بید عدم مجھے — اتنا نہ کر اسیر عذاب الم مجھے

ٹھکرا نہ اس طرح کہ گیا ہ حزیں ہوں میں
خود فرطِ انکسار سے فرشِ زمیں ہوں میں

ناچیز کاہ ہوں میں ذرا دیکھ بھال کر افتادگانِ خاک کا بھی کچھ خیال کر
مستِ خرامِ ناز قدم رکھ سنبھال کر مجھکو نہ تو خدا کیلئے پائمال کر

میرے لیے ہیں آفتِ جاں شوخیاں تری
ڈھاتی ہیں مجھ پہ قہر یہ اٹھکیلیاں تری

مجھ زار ناتواں پہ گراں بار تو نہ ہو میں نیم جاں ہوں درپے آزار تو نہ ہو
پامال ہوں میں اور خبردار تو نہ ہو اتنا بھی محوِ شوخیٔ رفتار تو نہ ہو

مجھ پر ستم نہ ڈھا ئیں یہ انداز چال کے
مستِ مئے شباب ذرا دیکھ بھال کے

اٹھلا کے چل نہ او ستم ایجاد خیر ہے مجھ خانماں خراب سے کیا تجھکو بیر ہے
اچھا یہ لطف باغ ہے اچھی یہ سیر ہے میرا سر نیاز ہے اور تیرا پیر ہے

آیا ہے باغ میں پئے گلگشتِ باغ تو
پژمردگی کا دے نہ مرے دل پہ داغ تو

مجھ پر یہ ظلم او ستم ایجاد تو نہ کر ٹھوکر سے میری خاک کو برباد تو نہ کر
مجھ سوختہ نصیب کو ناشاد تو نہ کر پامال تلخکامیٔ بیداد تو نہ کر

یہ مشقِ جور ہے ستم انگیز کس لیے
کرتا ہے بے زباں پہ چھری تیز کس لیے

کیوں ناتواں پہ دستِ تعدی دراز ہے بے دادگر! ستم کا تجھے کیا مجاز ہے
کس بات پر غرور تجھے کینہ ساز ہے کیا ہست و بود ہے تری جس پر یہ ناز ہے

ہستی ہی کیا جہاں میں تیرے بقا کی ہے
تو مشتِ خاک، شکل مجسم فنا کی ہے

سمجھا ہے تو کہ مجھکو بقائے دوام ہے دنیا تمام دہر کا تیرے ہی نام ہے
لیکن یہ بے خبر ترا سودائے خام ہے آئی اجل تو آن میں قصہ تمام ہے

عقدہ کھلے گا زندگیٔ بے ثبات کا

دم بھر میں ٹوٹ جائے گا رشتہ حیات کا

بے جا ہے ناز ہستیِ [illegible] پر تجھے | درپیش ایک دن ہے عدم کا سفر تجھے
سر پر ہوا کا خوف بھی ہے بیشتر تجھے | آخر مآلِ کار پہ بھی ہے نظر تجھے
زنجیر نیستی ہے گلے میں پڑی ہوئی
ہر وقت موت ہے ترے سر پر کھڑی ہوئی

نازاں نہ ہو تو زندگیِ مستعار پر | تکیہ عبث ہے ہستیِ ناپائدار پر
بارِ گراں گزند کا ہے جسمِ زار پر | چلنا رہِ عدم میں ہے خنجر کی دھار پر
مغرور ہے جو خیر تجھے جان و مال کی
تقلید کر جہان میں میری مثال کی

وابستہ ہوں نہیں چمنِ روزگار سے | نا آشنا ہوں فکرِ خزاں و بہار سے
دل بستگی ہے گل سے نہ کانٹا ہے خار سے | آئینہ دار صاف ہوں گرد و غبار سے
ہمجانِ گل ہوں نہ شیفتہ ہوا ہوں میں
باغِ جہاں میں "سبزۂ بیگانہ" ہو رہا ہوں میں

کب یہ خیال تھا ترے وہم و گمان میں | دو حرف میں نے ڈال دیے تیرے کان میں
پورا اتر جائے اگر امتحان میں | تو بھی مری طرح سے بسر کر جہان میں
نیرنگِ روزگار کا شائق نہ ہو کبھی
غافل! اسیرِ دامِ علائق نہ ہو کبھی

جور و ستم نہ توڑ کسی ناتوان پر | بے فائدہ عذاب نہ لے اپنی جان پر
دارِ فنا میں پھول نہ تو عز و شان پر | او مشتِ خاک اُڑ کے نہ چل آسمان پر
اتنا ہوا میں پھر نہ جوانی کے جوش سے
ہستی میں اپنی رہ! نہ گزر عقل و ہوش سے

دل دے نہ تو کسی کو جہانِ خراب میں | ہو کر اسیرِ زلف نہ پڑ پیچ و تاب میں
جانِ حزیں نہ مفت پھنسا تو عذاب میں | گم کردہ ہوش ہو نہ تماشائے خواب میں
ہشیار ہے تو دہر میں دیوانہ بن کے رہ
باغِ جہاں میں "سبزۂ بیگانہ" بن کے رہ

برق دہلوی (کمال)

ترانۂ لاادریہ

تلاش اوسکی ہے جسکا نشان نہیں معلوم — ہے شوق سجدہ مگر آستان نہیں معلوم
ہوائے شوق ہے پائے غبار آلودہ — کہاں کہاں ہے بھٹکتا یہاں نہیں معلوم
فلک پہ ہے جو نمود شفق برنگ شہاب — یہ گل فشاں ہے کہ ہے خونفشاں نہیں معلوم
قزح بایں ہمہ رنگینی جمال بھلا — خمیدہ کیوں ہے بشکل کماں نہیں معلوم
کہاں سے آئے ہیں مہ و مہر و چاند و ثوابت؟ — کدھر سے نکلی ہے یہ کہکشاں نہیں معلوم
یہ ارتعاش تجلی آفتاب ہے کیسا — فلک بھی کیوں ہے برنگ دخاں نہیں معلوم
تلاطم کشش عالم وجود ہے کیسا — ہے کیوں یہ رد و خلا بیکراں نہیں معلوم
طلسم خانۂ عالم کی ابتدا کو نہ پوچھ — ہمیں نشان خرام زماں نہیں معلوم
فریب مدعیان فسانہ ساز نہ کھا — بشر کو راز زمان و مکاں نہیں معلوم
دفور شوق سے پیدا ہے راہ گم شدگی — کہاں بھٹکتا ہے مرا کارواں نہیں معلوم
سحاب پارے بھی کس کے جگر کے پارے ہیں — ہے کس سے تازگی گلستاں نہیں معلوم
یہ جوئبار سرود خم بہا ہے کیسا — پھر اسپہ سیلی سیل خزاں نہیں معلوم
قبائے لالہ و دامن گل میں آگ لگی ہے — جلال کس کا تھا آتش فشاں نہیں معلوم
فریب خوردۂ شادابی گلستاں ہوں — اگر ہے ساختۂ آسماں نہیں معلوم
ہر ایک تار نفس میں شرار آتش ہے — لگی کیوں ہے یوں ہم آتش بجاں نہیں معلوم
جو ہم غریب ہیں اوس لایزال کے بندے — تو کیوں عدم ہے ہمارا مکاں نہیں معلوم
عبث تھی شاہد اسرار کی تلاش ہمیں — ق — جب آدمی کو خود اپنا نشاں نہیں معلوم
خبر ہے اتنی کہ پھر سر اوٹھا سکے نہ کبھی — یہ درد دل پہ تھا کتنا گراں نہیں معلوم

ترے کلام میں غالب کی شان ہے فطرتؔ
کہاں سے آئی یہ طرز بیاں نہیں معلوم

تفضل حسین فطرتؔ کلکتہ

قطعہ حکمت لکھنوی

کبھی تھا ناز زمانہ کو اپنے ہند پہ بھی — پر اب عروج وہ علم و کمال و فن میں نہیں

وہی ہیں گل وہی بلبل وہی نسیم و صبا
وہی چمن ہے، پہ وہ باغبان چمن میں نہیں

وہی ہے بزم وہی شمع ہے وہی فانوس
فدائے بزم وہ پروانے انجمن میں نہیں

نفاق و جہل نے ہندوستان کو لوٹ لیا
بجز نفاق کے اب خاک بھی وطن میں نہیں

بے رنگ آنکھ کو محسوس اور دماغ کو بند
وہ شئے جو اصل میں گل ہے کہیں چمن میں نہیں

پنڈت برج نرائن چکبست بی۔ اے لکھنوی

(ادیب)

ہندوستانکی حسین لڑکی
اور
اوسکی ہنسی

دل کو لبھا رہا ہے انداز اس ہنسی کا
پیش نظر ہے نقشہ کھلتی ہوئی کلی کا

یہ دانت صاف اسکے یہ ہونٹھ لال اسکے
دو نیم رنگ گل ہیں چہرے پہ گال اسکے

قدرت نے ان لبوں کو کیا لال کر دیا ہے
دو حرف کھوے گویا شنجرف بھر دیا ہے

چمکے وہ دانت اسکے رنگین دہن میں ایسے
ہیرون کی کان نکلی ملک یمن میں جیسے

دونوں لبوں کو دیکھو رخ دیکھکر دہن میں
جوڑا یہ لال کا رہتا ہے جو چمن میں

اپنی ہنسی کی شاید اسکو خبر نہیں ہے
کیا پھول کھل رہے ہیں اسپر نظر نہیں ہے

واقف نہیں کہ کتنا زیبا ہے حسن اس پر
واقف نہیں کہ اسنے بجلی گرائی کس پر

خود حسن کو سمجھتی تو شرم اسکو آتی
ہونٹوں کو بند کرتی دانتوں کو یہ چھپاتی

گالوں میں پڑ گئی ہے کچھ کچھ شکن ابھی سے
چمکا ہے حسن فطرت اس حسن عارضی سے

دانتوں کے نور سے دل وارفتہ ہے ہنسی پر
کی ہے جلا ہنسی نے اس حسن قدرتی پر

چشمہ میں منھ کو دھونا اور بار بار ہنسنا
کیا لطف دے رہا ہے بے اختیار ہنسنا

پانی میں دیکھتی ہے رخ اپنا پیارا پیارا
خوش کر رہا ہے شاید اسکو بھی نظارا

جنبش میں عکس رخ کو ہنس ہنس کے دیکھتی ہو — لہروں سے کھیلنے کا شاید سبب یہی ہے
منہ دھو رہی ہو جس جا ہیں مچھلیاں بھی جا — شاید ہنسا رہا ہو نظارہ مچھلیوں کا
آئینہ ہے ندا سدم پاس اسکے آرسی ہے — دانتوں کو مانجھ کرکے پانی میں دیکھتی ہے
پانی میں صورت اپنی اس نے جو دیکھ پائی — سمجھی کہ اور کوئی اس کے مقابل آئی
واقف نہیں کہ ہے یہ اپنا ہی عکس پیدا — یہ راز ہو نہ یارب اس پر کبھی ہویدا
سمجھے گی عکس اپنا تو جھینپ جائیگی یہ — ہنس ہنس کے بھولے پن سے پھر منہ چڑھائیگی یہ
ہلنے سے ان کے شاید کچھ لطف آرہا ہو — پتوں کا گدگدانا اسکو ہنسا رہا ہو
جھولی سی شاخ گل کو کرنے میں کھینچ لیا ہے — کانٹے نے چبھکے شاید اسکو ہنسا دیا ہے
پیڑوں کو دیکھ کر یہ ہنستی ہے کس ادا سے — خوش کر رہی ہیں چڑیاں آواز نغمہ زا سے
پانی میں گر پڑی یہ پھر بھی ہنسی نہ چھوڑی — اٹھتے ہی پھل اٹھایا اور پھر ہنسی نہ چھوڑی
نازک ہیں ہاتھ اسکے پانی نچوڑ سکے کیا — کاش اوڑھنی یہ رہتی اور میں نچوڑ دیتا
چھلکا رہی ہے دیکھو ہنس ہنس کے بال اپنے — آنچل سے پونچھتی ہے ہر بار گال اپنے
آنچل تو خود ہی تر ہے گال اس سے خشک ہونگے — دھوپ اور ہوا سے پانی ہو جلد جذب یارب!
کیا کھلکھلا رہی ہے اسکی ہنسی تو دیکھو — رخ پر لٹیں پڑی ہیں وارفتگی تو دیکھو
قدرت کا ہر کرشمہ اسکو ہنسا رہا ہے — اک کھیل نت نئے اسکی نظروں میں آرہا ہے
ظاہر ہے بھولے پن سے قدرت کی کارسازی — خوبی کو ناز اس پر خود اسکو بے نیازی
کیا لطف ہو جو یہ لب باتوں سے آشنا ہوں — گراب بھی خوش ادا ہیں تب کیسے خوش ادا ہوں
چھیڑوں میں اسکو لیکن جھینپے تو منہ پھیرے — چل دے تو لطف میرا حسرت کا داغ کھائے
غم سے کبھی نہ یارب اسکی ہنسی ہو زائل — رکھے لڑکپن اس کا اسکو ہنسی پہ مائل
یہ گل رہے شگفتہ یوں ہی ہنسی کے مارے — بیچ دہن سے یوں ہی چمکا کریں ستارے
حاصل نہ ہو ہنسی سے دانتوں کو روسیاہی — باتوں کا رنگ ان پر دوڑے نیا الٰہی

کیا چیز ہے لڑکپن پروا نہیں کسی کی
اے شوق عمر طفلی ہے جان زندگی کی!

(احمد علی شوق لکھنوی)

ادائے شرم

یہ نگاہِ شرمگیں یہ تیرا اندازِ حجاب — نیچی نظریں ہیں تری یا عقدۂ رازِ حجاب
لب ہیں جو جان بہ لب ہی، آنکھوں میں حجاب — دوش پر آنچل ہے یا ہے پردہ سازِ حجاب
پاک دامانی کی اک ہنستی ہوئی تصویر ہے
جلوۂ حسن تماشا سوز کی تنویر ہے

کہہ رہی ہے جھکے جھکے تیری چشمِ سرمگیں — پیکرِ عفت ہے تو اے نقشِ نازِ دلنشیں
یا زمیں پر جلوہ گر ہے خلد کی اک حورِ عیں — یا کوئی دوشیزۂ رعنا ہے تو اے نازنیں
کتنے دلکش اور سادہ ہیں ترے جذباتِ حسن
تیری خوبو میں نہیں داخل ہیں مصنوعاتِ حسن

آئینے سے آشنا ذوقِ خودآرائی نہیں — دوش بر دوش تجھے نازِ یکتائی نہیں
خود تماشا ہے مگر تو بھی تماشائی نہیں — تمکیں کو اے تیری شان ہرجائی نہیں
اک عجب دلکش مرقع تو یدِ قدرت کا ہے
نقشِ سادہ اک طلسمِ جلوۂ غیرت کا ہے

بھولی بھولی اُف یہ صورت پیاری پیاری یہ ادا — آہ یہ شرمیلی چتون اور یہ آنکھوں کی حیا
یہ خمِ گردن کا عالم اور یہ زلفِ دوتا — یہ لبِ شیریں، یہ اندازِ سکوتِ جانفزا
نقشِ عفت ہے مگر تو پردۂ تصویر میں
جلوۂ نورِ ازل ہے حسنِ عالمگیر میں

یہ تری عالم فریبی یہ ترا سامانِ حسن — بکھرے بکھرے بال اور سمٹا ہوا دامانِ حسن
عفت و شرم و حیائے ناز ہیں ارکانِ حسن — بس انھیں دو چار اجزا سے ہے قائم شانِ حسن
حاجتِ گلگونہ کیا رخسارِ زیبا کے لیے
ذوقِ تزئیں ننگ ہے زلفِ چلیپا کے لیے

عشوہ جو تیری نگہ سے لے بعیت تجھ میں نہیں — سر پہ اپنے چڑھ کے جو آنکھوں میں ہے وہ جادو نہیں
جس سے اک عالم پریشاں ہو وہ گیسو نہیں — بن کے خنجر دل پہ چل جائیں یہ وہ ابرو نہیں
یہ نہیں وہ تیرِ مژگاں جس سے ہوں بسمل جگر

تھر گئے جان میں جو بن جاہیں اُتر کر نشتر

نیچی نظروں میں تری بیگانہ مانند ناز
اور عیاں آنکھوں سے ہے معصوم سا تیرا نیاز

کتنی دلکش ہیں تری اک اک ادا کے دلربا
ہے چھڑی پھولوں کی مانند تن لچکتا ہوا

کھل کے ہنسنا بھی نہیں تو نے سیکھا ابھی

غنچۂ سربستہ ہے اے شاہدِ رعنا ابھی

سرور جہان آبادی

ایک غریب الوطن کا پیام

اے نسیمِ روح پرور اے ہوا خواہِ چمن
اے نسیمِ صبح اے دلدادۂ اہلِ وطن

ہائے کس جوشِ مسرت سے اُڑی جاتی ہے تو
کس کو یہ اندازِ معشوقانہ دکھلاتی ہے تو

کہہ رہی ہیں یہ تری اٹکھیلیاں یہ ولولے
لوٹنے جاتی ہے تو صبحِ بنارس کے مزے

گر یہ سچ ہے تو مری سن لے ٹھہر جا اک دم
اے پری دیتا ہوں میں تجھ کو سلیمان کی قسم

چھیڑ کچھ تجھ سے نہیں منظور بس اتنا ہے کام
اک گرفتارِ محبت کا لیے جا یہ پیام

جس سے میں چھوٹا ہوں جس کا دل ہے تیرِ رنج و محن
راستہ ہی میں ملے گا تجھ کو وہ غنچہ دہن

بھولی بھولی اس کی صورت پیاری پیاری ہے ادا
حسن میں اس کے نظر آتی ہے شانِ خدا

جلوۂ حسن دل آرا فتنہ خیز عالم گیر ہے
سادگی کا اک مرقع نور کی تصویر ہے

خود گر شرم و حیا ہے وہ مہِ حسن و جمال
سن لے کوئی ذرا اس کا ہے مجھ کو خیال

یہ کہے دیتا ہوں میں تجھ سے وہ ہے پردہ نشیں
میری قسمت سے جو تنہائی میں مل جائے کہیں

پہلے تو جانا ادب کے ساتھ اس کے روبرو
پھر یہ چپکے چپکے کہنا اے نسیمِ صبح تو

میرے پیارے میرے ہمدم میرے ہمراز حبیب
ہے جو تجھ سے دور اک فرقت زدہ وہ بد نصیب

مل گیا تھا مجھ کو وہ آوارہ و سرگشتہ آج
بعد تسلیم اس نے پوچھا ہے کہ کیسا ہے مزاج

یوں دعائیں دے رہا تھا ہاتھ اٹھا کر وہ مجھے
اے نہالِ حسن تو اس باغ میں پھولے پھلے

اور کچھ کہتا مگر اس طرح تھا وہ درد مند
نام لیتے ہی ترا بس ہو گئے لب اس کے بند

منہ کو آتا ہے کلیجہ اس کی حالت دیکھ کر
راہ چلتے بھی ترس کھاتے ہیں صورت دیکھ کر

ہر گھڑی افسردہ وہ دل ہر وقت مرجھایا ہوا
بیکسی کا ایک عالم اس پہ ہے چھایا ہوا

گرم نالے ہیں کبھی لب پہ کبھی آہیں ہیں سرد　　تھام لیتا ہے کلیجا دل میں جب ہوتا ہے درد
یاد جب آتے ہیں وہ سب لطف بزم عیش کے　　آسماں سے رہ کے دیکھا ہے تڑپتے گئے
ہائے یہ رات اور یہ موسم یہ فضا برسات کی　　یہ غربت کی رات یہ کالی گھٹا برسات کی
ایک تو فکر معاش اور اس پہ تنہائی کا غم　　کیا غضب ہے بیکسی میں بھی ستم پر ہے ستم
ہائے وہ دن رات وہ ہم صحبتوں کے مشغلے　　ہائے وہ صحن چمن وہ گلرخوں کے جمگھٹے
وہ ادا وہ ناز وہ انداز وہ حسن بیان　　دل میں اوسکے حسن غضب کی لے رہے ہیں چٹکیاں
مسکرا کر اک سراپا ناز کا غدر جفا　　اک بت غارت گر دیں کا وہ پیمان وفا
یاد ہے کہنا کسی کا پیار سے اے مہرباں　　آج رہ جاتی ہے صدقے صفدر جادو بیاں
اب کہاں وہ صورتیں ہیں اب کہاں وہ سبزہ زار　　اب تو ہر چار طرف سے ناامیدی آشکار
اب کہاں وہ صحبتیں ہیں اب کہاں لطف چمن　　چھٹ گئے بیٹھے ہیں اُس سے کمبخت یاران وطن
دفعۃً جاتا رہا وہ نشۂ جوش شباب　　اب تو وہ ہے اور ہے اُسکا دل خانہ خراب
اک انیس درد فرقت اب ہے یاد دوستاں　　یاس و حرماں کی عنایت ہے جو ہیں کچھ مہرباں
منھ چھپا کے چپکے چپکے اب روتا ہے　　یاد جب آتی ہیں یہ باتیں تو جی کھوتا ہے وہ

بیکسی غربت کی اک رستے کے اب یار وطن ہے
اور اک یاد وطن صفدر کے غمخوار ان میں ہے

حضرت صفدر مرزاپوری

یاد شباب

ہائے وہ صحن چمن وہ گلرخوں کے جمگھٹے　　وہ جوانی جس کو کہتے ہیں دوانی ہوشیار
ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں بھینی بھینی وہ مہک　　کالی کالی وہ گھٹائیں ہلکی ہلکی وہ پھوار
وہ گلوں کے قہقہے وہ بلبلوں کے چہچہے　　وہ گل و سنبل کا عالم وہ فضائے سبزہ زار
روئے جاناں کا وہ جلوہ چاندنی کا وہ سماں　　زلف خوش خم کا وہ خم وہ چشم میگوں کا خمار
شوخ چشمک رہزن صبر و شکیب ہوش و تاب　　تیکھی چتون دشمن جان و دل و ضبط و قرار
وہ ادائے اُنکی ناز آفرینی دمبدم　　وہ نگاہ شرم کا جھکنا حیا سے بار بار
وہ نگاہ شوخ جس سے فتنۂ محشر خجل　　وہ خرام ناز جس سے خود قیامت شرمسار

وہ لبِ جو وہ لبِ پیمانہ وہ لیمائے درست   وہ ہجومِ اشتیاق حسرتِ بوس و کنار
وہ گلے شکوے وہ پیمانِ وفا وہ چھیڑ چھاڑ   وہ مرے ملنے سے نہیں نہیں کر کے انکارِ دعا
وہ طرب افزا اسے مطربِ ہم آہنگ نئے   وہ نشاط انگیز دورِ ساغرِ وصلِ نگار
وہ سہانی رات وہ خلوت کدہ وہ ولولے   وہ ترنگیں وہ امنگیں وہ مرادیں بے شمار
وہ ہم آغوشی کی لذت وہ شکرِ خوابِ وصال   تازگی بخش مشامِ جان وہ زلفِ مشکبار
وہ دمِ رخصت دلِ بیتاب کی بیتابیاں   جاتے جاتے وہ کسی کا شرم سے قول و قرار
اب کہاں وہ صحبتیں وہ لطفِ ایامِ شباب   اب تو ہے چاروں طرف سے صبحِ پیری آشکار
اب کہاں وہ حسرتِ دیدار کا دل میں ہجوم   اب کہاں وہ رات دن جوشِ جنوں سر پہ سوار
اب کہاں وہ اعتبارِ ضبط وہ آہ جذبِ دل   اب کہاں وہ اعتمادِ نالۂ بے اختیار
اب کہاں الفت کے وہ نیرنگ جن سے دنگ تھے   آہ سوزاں برق افگن چشمِ گریاں دجلہ بار
اب تو ہے فصلِ بہاراں میری آنکھوں میں خزاں   اب گلہائے چمن میری نگاہوں میں ہیں خار
خواب ہے بھولا ہوا سا اب تو لطفِ زندگی   بے مزا سا اب تو افسانہ ہے ہو کر وصلِ یار
اب تو فرقت میں مزا بیخود نہ لذت وصل میں   اب تو وعدے کی تمنا ہے نہ رنجِ انتظار
اب تو ہیں باقی بس اتنا دل لگی کا مشغلہ   اب تو بس یہ ہے اپنی زیست کا دار و مدار

جستجوئے عہدِ رفتہ اور چشمِ خونچکاں
ماتمِ عمرِ گذشتہ اور دستِ رعشہ دار

(بیخود بدایونی)

"فضائے برشگال"

بنا کے حسن کی دیوی عروسِ فطرت کو   سجا دیا ہے گلوں نے فضا کی وسعت کو
نکیلی کلیوں کا رس چوس چوس کر بھونرے   لبوں سے گھونٹتے ہیں شہد کی حلاوت کو
ہر اک شجر میں نئی کونپلیں نکل آئیں   سجا رہا ہے ہر ایک پھول اپنی خلوت کو
فروغ ابرِ سیہ کا ہے اس طرح جیسے   بقا نہ ہو کسی کم ظرف کی محبت کو
زمیں پہ جھک کے برستا ہے ابر یوں جیسے   سخی جھکے کوئی وقتِ کرم سخاوت کو
گیاہِ سبز میں راہیں نہاں ہیں یوں جیسے   چھپائے ابرِ گنہ آفتابِ عصمت کو

نہیں ہے گرد سے یوں صاف جس طرح دل میں | جگہ نہ دے کوئی اہل صفا کدورت کو
رواں نہیں دامن صحرا میں اس طرح نالے | کہ طے کرے کوئی سالک رہ حقیقت کو
زمیں کو سبزۂ صحرا سے یوں ہے آرائش | کسی سخی کی ہو جیسے فروغ دولت کو
گھٹا میں شب کو چمکتے ہیں اس طرح جگنو | سجائیں جیسے چراغاں سے بزم عشرت کو
دکھائی دیتے نہیں اب ستم زدہ سرخاب | کسی ندی کے کناروں پہ شام فرقت کو
نکل کے دشت سے یوں بادشاں کے جھونکے | اڑائے پھرتے ہیں گردوں پہ ابر رحمت کو

کہ خاندان میں جس طرح ناخلف اولاد
لٹائے اپنے بزرگوں کی مال و دولت کو

شاکر میرٹھی

"گھر سے نکل کے دیکھو"

اے اہل ہند تم کو دولت بلا رہی ہے | دولت بلا رہی ہے، قسمت بلا رہی ہے
صنعت بلا رہی ہے، حرفت بلا رہی ہے | عزت بلا رہی ہے، شہرت بلا رہی ہے

"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

آئے اگر نہ چلنا آب رواں سے سیکھو | آب رواں سے سیکھو یا دوراں سے سیکھو
گردش اگر نہ آئے کچھ آسماں سے سیکھو | اٹھنا اگر نہ جانو میری فغاں سے سیکھو

"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

دلکش ہیں دل کی خوشیاں پر یہ بھی کب تلک | دیوار و در پہ اپنے قائم نگاہ کب تک
ایسی خوشی سے ہوگا آخر نباہ کب تک | کب تک خیال حشمت، حب و جاہ کب تک

"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

علم و ہنر کا چرچا دنیا میں ہو رہا ہے | صنعت کا بول بالا دنیا میں ہو رہا ہے
سائنس کا تماشا دنیا میں ہو رہا ہے | دیکھو تو رات کیا کیا دنیا میں ہو رہا ہے

"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

جاپان ہو کے آؤ یورپ میں پھیل جاؤ | امریکہ جا کے ٹھہرو افریقہ جا بساؤ

کچھ اون کو جا سکھاؤ کچھ اون سے سیکھ آؤ — علم و ہنر کی دولت دنیا سے کھینچ لاؤ
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

ہے کیا مزا سفر مین گھر سے نکل کے دیکھو — کیا لطف ہے ظفر مین گھر سے نکل کے دیکھو
تم کیون پڑے ہو گھر مین گھر سے نکل کے دیکھو — کیا کیا ہے بحر و بر مین گھر سے نکل کے دیکھو
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

کنج وطن کو چھوڑو دیکھو فضائے عالم — دلکش ہین، دلکشا ہین نظارہ ہائے عالم
اُٹھو، اُٹھاؤ بستر کھاؤ ہوائے عالم — دیکھو بہار تازہ تم کو دکھائے عالم
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

ملکون کی دوڑ مین آگے ہندو گیا تو — تجھ سے نکل گئے ہین کتنے ہی چھو کے پہلو
عالم مین ہے روا رو، قومون مین تگا پو — دنیا مین ہر چلا چل، آگ ہم ہے ہر سو
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

پیغام لا رہی ہے باد صبا سنو تو! — کس کو پکارتی ہے کہتی ہے کیا سنو تو
مغرب سے آ رہی ہے کس کی صدا سنو تو — کوئی وطن کا شیدا ہے کہہ رہا سنو تو
"گھر سے نکل کے دیکھو ہندوستان والو"

(تلوک چند محروم)

"چشمہ وطن"

جاری رہیگا یون ہی تو اے وطن کے چشمے — انداز خوش خرامی ہرگز یہ کم نہ ہون گے
اے غم گسار طفلی! لیکن یہ غم ہے مجھکو — ساحل پہ آہ تیرے اپنے قدم نہ ہون گے

گزرے گا سبزہ زارون مین کھیلتا ہوا تو — موجین ہین تیرے دلکش کیا پیچ و خم نہ ہون گے
یون ہی رواں رہے گا تو سبزہ وادیون مین — ساحل پہ آہ! تیرے اپنے قدم نہ ہون گے

ملتی رہین گی یون ہی ہو ولت کنارے تیرے بیلین — جھونکے نسیم کے یہ کیا صبحدم نہ ہون گے
تیرا کرین گے یون ہی مرغابیون کے جھرمٹ — ساحل پہ آہ! تیرے اپنے قدم نہ ہون گے

کھیلا کریں گی تجھ سے سورج کی کرنیں یہیں — کیا غضب کر جائیں گی کے سامان ہم نہ ہوں گے
سوتی رہیں گی تیری دامن کے چھینٹے — ساحل پہ آ کے تیرے اپنے ترنم نہ ہوں گے

سرور جہان آبادی

دل بیقرار سو جا!

کسی مست ناز کا ہے عبث انتظار سو جا — کہ گزر گئی شب آدھی دل بے قرار سو جا
یہ نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی یہ ہوا کے سرد جھونکے — تجھے دے رہے ہیں لوری مرے غمگسار سو جا
یہ تری صدائے نالہ مجھے متہم نہ کر دے — مرے پردہ دار سو جا! مرے رازدار سو جا!!
مجھے خون رُلا رہا ہے ترا دمبدم تڑپنا — ترے غم میں آہ! کب سے ہوں میں اشکبار سو جا
ابھی دہان پان سے تو نہیں عاشقی کے قابل — یہ تپش کا آہ! شیوہ نہ کر اختیار سو جا
یہ تڑپ سینے میں پالا، تجھے گود میں اٹھا لوں — تجھے سینے سے لگا لوں، تجھے کر لوں پیار سو جا
تجھے جن کا ہے تصور ارے مست جام الفت — انھیں آنکھڑیوں کے صدقے مری یادگار سو جا

تجھے بھولا سا بہت ہے شب غم بڑی بلا ہے
کہیں مر نہ جائے "ظالم" دل بے قرار سو جا"

(سرور جہان آبادی)

"آغاز محبت"

یاد ہیں وہ سارے عیش ابتدا غم کے مزے — دل ابھی بھولا نہیں آغازِ الفت کے مزے
وہ سراپا ناز تھا، بیگانۂ رسمِ جفا — اور مجھے حاصل تھے لطفِ بے نہایت کے مزے
حسن سے اپنے وہ غافل تھا میں اپنے عشق سے — اب کہاں سے لاؤں وہ ناواقفیت کے مزے
میری جانب سے نگاہِ شوق کی گستاخیاں — یار کی جانب سے آغازِ شرارت کے مزے
یاد ہیں وہ حسن الفت کی نرالی شوخیاں — التماسِ عذر و تمہید شکایت کے مزے
شوقِ عرضِ آرزو کے وہ نرالے ولولے — فکر مضمونہائے عنوانِ کتابت کے مزے
جلوہ ہستی فزائے دلبر باکی لذتیں — بیخودی ہائے دل محوِ حیرت کے مزے

یاد ہیں وہ آرزوہائے لقائے یار میں
کشمکش ہائے شب تاریک ہجر کے مزے

یاد ہیں وہ انتظار نامۂ محبوب میں
بیقراری ہائے ناکام طبیعت کے مزے

صحبتیں لاکھوں مری بیماری غم پر نثار
جس میں اٹھے بارہا ان کی عیادت کے مزے

وہ زمانہ بھی غرض کیا تھا زمانہ لطف کا
دل کو جب حاصل تھے سارے عیش و عشرت کے مزے

لیک حسرت اس تغافل کیش کی بیداد نے
ہے سب بھلا دیئے وہ محبت کے مزے

(حسرت موہانی)

"انجام محبت"

مجھ سے پوچھے کوئی انجام محبت کے مزے
بادۂ حرماں کی لذت جام حسرت کے مزے

مجھ پہ احسان کر گئی وعدہ فراموشی تری
بیوفائی نے ہی دکھلائے شہادت کے مزے

کوہکن بھی داستاں کو میری سن کر بول اٹھے
کاہے کو چکھے تھے میں نے یہ مصیبت کے مزے

گو سراب آرزو تھا تیرا پیمان وفا
پہلے دھوکے میں بھی ہم کو حقیقت کے مزے

آہ! امید حصول مرہم مقصود میں
لوٹے ہیں کیا کیا مرے دل نے جراحت کے مزے

واقف درد محبت کا تن آساں کو کیا
جانتے ہیں اہل ہمت ہی مصیبت کے مزے

بحر الفت میں تھا طوفان شدائد کا خطر
سب بھلا دیتے تھے پر امید و راحت کے مزے

بے وفا یار ستم پیشہ اگر نکلا تو کیا
کم نہیں راہ وفا میں استقامت کے مزے

فغان دل

کہاں گئی وہ جنون خیز اپنی جامہ دری
نہ تھی خرد کو بھی جس پر مجال بخیہ گری

چلا جو فلسفۂ مغرب اور نیا سائنس
نہ حکمت عملی ہے نہ حکمت نظری

خزاں کے آتے ہی لٹا دیا گلشن پہ
نہ گل کھلے، نہ پھل آئے، رہی نہ شاخ ہری

ہماری صنعت و حرفت کو پوچھتا ہے کون؟
مشین اور کلوں نے سکھائی بے ہنری

بنایا ہم نے تغافل کو جب شعار اپنا
ہوئی نصیب فلاکت، یہ [illegible]

جہاں میں غیر ہیں ہشیار اور تم غافل — یہ کیا کہ نیند تغافل کی آج تک نہ بھری
نہیں نفاق و تعصب کی عادتیں اچھی — کہ اپنی قوم کی ہوتی ہے اس سے پردہ دری
کسی کی طرز ترقی سے لیں سبق ہم بھی — کہ مقتضی نہیں غفلت کی فطرت بشری
ہوئی ہے عیش پرستی میں عقل بھی زائل — نہ کھوٹی بات ہی پہچانتے ہیں ہم نہ کھری
ہماری قوم تو ہر قوم سے رہی آگے — مگر عروج کے مانع ہے اب شکستہ پری
ضرور سعی سے ممکن ہے صنعت یورپ — نہ ان کے فعل کو سمجھیں محال و دردسری
یہ وقت ہے کہ کریں دور اپنی نادانی — سبب ہے نہ ہند بھی یورپ کی صنعتوں میں گری
فنون اور ہنر سیکھ کر بنیں ذی ہوش — دکھائیں ہمت مردانہ بن کے مرد جری
سنا رہا ہے زمانہ ہمیں یہ خوش آوازہ — کہ اب ذرا بھی مناسب نہیں ہے بے خبری
مطاع و مال یہ کس کام آئے گا آخر — نہ کی رہیگا یہ دبیگا نہ کی جو چارہ گری
بہت ضرور ہے ہم کو اطاعت آقا — پسند اہل خرد کو نہیں ہے خیرہ سری
ضرور چاہیے دنیا میں فکر عقبیٰ بھی — نہیں ہے جائے اقامت یہ منزل سفری
بنا تھا خون جگر سے ہمارا نالۂ دل — ہزار حیف کہ اس نے دکھائی بے اثری

بتوں کے عشق سے باز آؤ ورنہ اے محوی
مآل کار ہے افسوس اور نوحہ گری

"محمد حسین محوی لکھنوی"

جنگل کی برسات

یہ نظر فریب منظر یہ فضائے برشکالی — یہ نسیم روح پرور یہ گھٹائیں کالی کالی
لب جو برسنے والی

یہ بہار سبزہ و گل یہ ادائے سرو و ریحان — یہ صدائے بانگ بلبل یہ طیور زمزمہ خوان
یہ ہرے بھرے خیابان

یہ گلوں کی جامہ زیبی یہ قبائے سرخ و گلگون — یہ چمن کی دلفریبی یہ فضائے کوہ و ہامون
یہ بہار رنگ افسون

یہ پپیہے کی صدائیں یہ ترانہ ہائے قمری — یہ خنک خنک ہوائیں یہ نسیم بھینی بھینی

یہ بہار ٹھنڈی ٹھنڈی

چمکنے والے جگنو یہ سوادِ شب کا عالم یہ گھٹا کے بکھرے گیسو یہ خروشِ رعد پیہم
یہ نمودِ برق ہر دم

کہیں بیٹھ کے ہیں چھپائے کہیں بادلوں کے ہیں دل کہیں بہہ رہے ہیں نالے کہیں سو رہے ہیں جنگل
کہیں کوکتی ہے کوئل

کہیں قمریوں کی کو کو کہیں مور کی صدائیں کہیں بھر رہے ہیں آہیں کہیں چر رہی ہیں گائیں
کبھی اٹھ رہی ہیں گھٹائیں

کہیں بگلوں کی قطاریں ہیں ہوا میں اونچی اونچی کہیں مینہ کی پھواریں لب جو ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی
کہیں بہہ رہی ہے کشتی

کبھی برق کا تبسم کبھی رعد ہے خروشاں کبھی موجوں کا تلاطم کبھی جوش پر ہے طوفان
کبھی سیلِ ابرِ باراں

کبھی قوس ہے نمایاں بہ ہزار دلربائی کبھی آفتاب تاباں کبھی تیرگی ہے چھائی
کہ گھٹا ہے گھر کے آئی

کبھی جھینگروں کے نغمے کبھی مینڈکوں کی ٹر ٹر کبھی گونجتے ہیں جھرنے کبھی مرغ ہے نوا گر
کہ سرود خواں ہے نیچر

ابل پڑے ہیں چشمے تو چڑھی ہوئی ہیں ندیاں جو برس کے گھر ہیں چھائے تو ہرا بھرا ہے میدان
ہے بچھا زمیں کا سبز داماں

چٹک رہی ہیں کلیاں تو لہک رہا ہے سبزہ جو ہرا ہے گلستاں تو مہک رہا ہے صحرا
کہ یہ رُت ہے روح افزا

سرور بخش موسم یہ ہجوم رنج و غربت یہ مسافرت کا عالم یہ وفورِ دردِ فرقت
ہے وطن کی یاد آفت

بلا وطن مسافر جو میانِ دشت صحرا ہے سرگشتہ پھرا آخر کہ بیٹھے ہوئے ہیں دریا
یہ ہیں رام اور سیتا

(شاکر میرٹھی)

"طفلِ ابر"

(پہاڑ کے ایک منظر کو دیکھ کر)

وہ دیکھو کوہ کے پہلو سے طفلِ ابر اٹھا — وہ سامنے ہی جہاں پیڑ ہیں یوکلپٹس کا
وہ بھاپ سا - وہ دھواں سا - وہ ملگجا سا ابر — وہ ننھا منا - بگلا سا - وہ ذرا سا ابر
وہ پیارا پیارا سا - وہ دلربا سا دیکھو تو — نہ دیکھا ہوگا کبھی یہ تماشا دیکھو تو

ہاہا! کھڈوں میں سے اور اک غبار سا نکلا — ہوا کے گھوڑے پہ بادل سوار سا نکلا
وہ پھیلا - اور وہ سرکا - بڑا اچھلا کیا خوب — وہ ملکے دونوں نے ٹیلا چھپا لیا کیا خوب
اندھیرا ہو گیا اب دھواں دھار بادل ہے — نہاں نظر سے ہوئے کھیت سبز مخمل سے

وہ دیودار کے جنگل وہ دشت خوش منظر — بنی ہوئی تھی جو سب کوہسار کا زیور
نظر فریب جو تھیں پھول پتیاں ایسی وہ — وہ سب دھندلکے میں بادل کے چھپ گئیں دیکھو
وہ آسمان کا حسن نظر فریب چھپا — فراز کوہ - کھڈوں کا جو تھا نشیب چھپا
وہ دلفریب سماں سب نظر سے اوجھل ہے — زمین سے تا بفلک اب تو صرف بادل ہے

لو بھیگی بھیگی ہوا آئی مینہ برسنے لگا — لو بوندوں کا سرِ کہسار پہ بندھا سہرا
لو کھڑکیوں پہ پھواروں کی چلمنیں چھوٹیں — لو وہ پہاڑ سے پتھر گرے سلیں ٹوٹیں
لو پانی سانپ کے مانند کوہ سے اترا — لو کھڈ کی سمت چلا بے تحاشا لہراتا
اچھلتا - کودتا - رکتا ہوا چلا آیا — سمٹتا - پھیلتا - جھکتا ہوا چلا آیا

بدلتا رنگ کھڈوں میں مچاتا شور گھسا — چمکتا - گرتا - سنبھلتا - دکھاتا زور گھسا
نکھر رہے ہیں شجر اور حجر دلھن کی طرح — پہاڑ پر ہے بہار آج کل چمن کی طرح
عروج روح کو حاصل ہے لطفِ منظر سے — یہ طفلِ ابر کبھی یوں ہی بڑھے برسے

(آبشار)

اے جبل کوہ و صحرا کے مسافر آبشار — ٹھوکریں کھاتا ہوا کس جا چلا ہے بیقرار

کیوں سراسیمہ ہے کیوں یہ بیقراری حال ہے — کس لئے تنگ چشم تر کی طرح کیوں پامال ہے

کس کے غم میں ہائے تو گھل گھل کے پانی ہو گیا — حال دل کہنے کا طرز نہانی ہو گیا

زندگی کیوں تیری وقف گریہ و زاری ہوئی — تیری ہستی نازش صد بحر بے پایاں ہوئی

کس قیامت کا ہو تیرے نالے میں اثر — چاک سینہ ہے زمیں پانی ہے پتھر کا جگر

کیوں کسی پہلو سکوں دل کو ترے ہوتا نہیں — ہاتھ ملتا ہے ہر وقت کہ رونے سے کیوں ہوتا نہیں

تیرے دامن میں ہے دلکش سبزہ و گل کی بہار — میٹھی میٹھی بولیاں اور بلبلان کوہسار

دشت میں جا بسکا ہر سو نہریں تیری فیض کا — ذات تیری بحر صحرا دہ شادابی ہوئی

چشمۂ حیواں ہے تو تشنہ داماں کیلئے — اور ہے رشک مسیح افسردہ جانوں کیلئے

اپنا جلوہ دیکھتے ہیں تجھ میں ماہ و آفتاب — آنکھیں پریوں کی ہیں رخ پہ ہے تیری آب و تاب

غنچہ ہائے نور کی آنکھیں بچھی ہیں خاک پہ — دھوم ہے نوریوں کی نظر بازی کی اب افلاک پہ

سیل جو تیرا ہے وہ جبیں جبیں حمد ہے — تجھ کو سب حاصل ہے پھر تو کس لئے رنجیدہ ہے

ہائے کیوں پتھر سے ٹکراتا ہے سر کو بار بار — خاک پر تو لوٹ کر کیوں ہو رہا ہے بیقرار

رات دن مجھکو تلاش بحر الفت تو نہیں — تو بھی میری طرح قید بند آفت تو نہیں

تو کہاں یہ جستجوی بحر بے پایاں کہاں — دشت پیمائی بقدر جوشش ارمان کہاں

آرزومندی وصل بحر نا پیدا کنار — این خیال است و محال است و جنون ای آبشار

پائی دانا ذرہ میں کچھ ای دوست ہمت چاہیے — سر میں سودا چاہیے۔ دل میں محبت چاہیے

یوں تلاش یار میں حیران و سرگرداں ہیں — رات دن تقدیر کے چکر میں ہو غلطاں ہیں

ہو گیا شوریدگان عشق میں تیرا شمار — گوہر مقصود کا ملنا رہا اب در کنار

سوجھے اب شکل کوئی یار او ترنے کیلئے
چلو بھر پانی ہے کافی ڈوب مرنے کے لئے

محمد سیف الدین شباب (مخزن)

(کلی کی بے چینی)

نسیم نے مجھے آ آ کے گدگدایا ہے | ابھی سے میرے لبوں پر تبسم آیا ہے
بہار کی ہوا نے چھیڑ کے مجھ کو [illegible] | مرے حجاب کو توڑے گی [illegible]
بجے گی [illegible] مرے [illegible] کھولے گی | کلی ہوں [illegible] کھولے گی
اڑے گا عارض گلگوں سے رنگ نادانی | شگفتگی مری ہو جائے گی پریشانی
نصیب ہوگا نہ [illegible] پھر ہونا | کھلا کے گا [illegible] گل میرا منتشر ہونا
[illegible] مجھے نہ چھوڑے گا | وہ سلسلہ مرے [illegible] کا توڑے گا
مری [illegible] | [illegible] قطرۂ نشانی
[illegible] | [illegible]
[illegible] نصیب پھر ہوگی | [illegible] قریب پھر ہوگی
[illegible] | [illegible]
[illegible] چھوڑے گا | مرے لباس کی رنگت [illegible] چھوڑے گا
[illegible] | [illegible] رنگ شباب [illegible]
[illegible] رنگ [illegible] میرا | [illegible] میرا
[illegible] جہان [illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible] گلچین

وہ کیا سنے گا اسے کوڑیوں کا لالچ ہے
[illegible] بری چیز شوق [illegible] ہے

منشی احمد علی شوق لکھنوی

سوادِ شام

سکوت شام کا عالم ہے کیا نشاط افزا | [illegible] ابھی سا [illegible] میں چمن کے [illegible]
نیا لباس، نئی وضع ہے نئی [illegible] | [illegible] نے پھر نیا [illegible]

نہیں فلک کے جو کرن کا [illegible] انی رنگ — شفق میں ڈوب کے سورج [illegible] چھپا
[illegible] کی [illegible] ہے [illegible] — کہ سرد ہو گیا مغرب میں آگ کا [illegible]
[illegible] قریب [illegible] ہیں [illegible] — کسی کے رخ پہ پریشان جیسے زلف دوتا
ستاروں کے چہرے [illegible] — کہ جیسے زینت محفل ہو کوئی ماہ لقا
سواد شام کا منظر بھی ہے عجب دلکش — چمک رہے ہیں [illegible]
نشیمنوں میں ہیں مرغان خوش نوا [illegible] — کہ اب [illegible] نہیں [illegible] نغمہ سرا
نہ شاخ گل پہ ہے گویا کہ عندلیب کی — نہ ناخدا کی [illegible] نہ قمریوں کی صدا
کبوتروں کی غٹرغوں کی اب کہاں آواز — ہوئی جو شام تو بستی سے اڑ چلا کوا
کسی ندی کے کنارے پہ [illegible] غریب — مقام [illegible] وہ مرغابیوں کا ہے اب جوڑا
بگولے خاک کے سڑکوں پہ اب نہیں اٹھتے — جو تیز تر تھی چلتی - وہ تھم گئی ہے ہوا
ہو چکے ہیں منزل غربت [illegible] خوش خوش — سمجھ رہے تھے وہ مسافر جو راہ پیما
فضائے لالہ و گل - جلوۂ بہار شفق — یہ وقت بھی ہے عجب گاہ انبساط افزا
گلوں میں ہے کسی گلگوں قبا کی رعنائی — پری وشوں کی ہے سبزے میں دلفریب ادا
ہے اک روش پہ کھڑی حیرت سے دیکھ رہی — فضائے باغ کہیں آنکھوں سے نرگس شہلا
چمن میں [illegible] — حسین ہو جیسے طرحدار کوئی البیلا
چٹک رہی ہیں [illegible] کی باغ میں کلیاں — [illegible] ہے کوئی چھیڑا
[illegible] ہے [illegible] سبزۂ [illegible] — تبسم پھولوں کے دامن سے [illegible]
چمن میں آئے ہیں [illegible] — اکھاڑا پریوں کا یا آسمان سے اترا
کسی کا رنگین [illegible] کسی کا دامن سرخ — چمن میں دید کے قابل ہے گلرخوں کی ادا
بہار نقش قدم گل کھلا رہی ہے عجب — کہ سرخ سرخ ہے رنگ حنا سے نقش پا
وہ چھپا گلوں کی [illegible] — سمن بدن کا وہ سینہ ابھار کر چلنا
شباب کی بھی ادائیں عجیب ہیں مستانہ — مسل رہی دل عشاق کو ہے لغزش پا
بہار جوش جوانی ہے دید کے قابل — اڑائے پھرتی ہے دل کو پری وشوں کی ادا

قریب وعدۂ شب آگیا ہے اے اختر
ابھی سے دل ہے کسی کا دھڑک رہا تھا

[illegible] اعظم [illegible] گڑھ

حیرت کا ہے زبان زبان سے جو الٹی — کچھ بات نہیں جو گفتگو آ کی کر دی
دو ہیں خطوط ہیں نون کہ گویا ہیں جدا — تکرار کی بنیاد ازل ہی سے بڑی
(تنویر المشرق)

رباعی شوق لکھنوی

امید کا سودا نہ خلش بیم کی ہے — حاصل دولت رضا و تسلیم کی ہے
مین ہون اے شوق مالک ہفت اندام — شاہنشاہی یہ ہفت اقلیم کی ہے

رات اور شاعر

ایک دل آویز مکالمہ

رات :-

کیون میری چاندنی مین پھرتا ہے تو پریشان — خاموش صورت گل مانند بو پریشان
تارون کے موتیون کا شاید ہے جوہری تو — مچھلی ہے کوئی میرے دریائے نور کی تو
یا تو مری جبین کا تارا گرا ہوا ہے؟ — رفعت کو چھوڑ کر جو بستی مین جا بسا ہے!
خاموش ہو گئے ہین تار رباب ہستی — ہے میرے آئینے مین تصویر خواب ہستی
دریا کی تہ مین چشم گرداب سو گئی ہے — ساحل سے لگ کے موج بیتاب سو گئی ہے

شاعر کا دل ہے لیکن نا آشنا سکون سے
آزاد رہ گیا تو کیون کر مرے فسون سے

شاعر :-

مین تری چاند کی کھیتی مین گہر بوتا ہون — چھپ کے انسانون سے مانند سحر روتا ہون
دن کی شورش مین نکلتے ہوئے گھبراتے ہین — عزلت شب مین مرے اشک ٹپک جاتے ہین

مجھ میں فریاد جو پنہاں ہے سناؤں کس کو — تپش شوق کا نظارہ دکھاؤں کس کو
برق ایمن مرے سینے پہ پڑی روتی ہے — دیکھنے والی ہے جو آنکھ کہاں سوتی ہے؟
صفت شمع لحد مردہ ہے محفل میری — آہ اے رات بڑی دور ہے منزل میری
عہد حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اسکو — اپنے نقصان کا احساس نہیں ہے اسکو

ضبط پیغام محبت سے جو گھبراتا ہوں
تیرے تابندہ ستاروں کو سنا جاتا ہوں

ڈاکٹر اقبال ایم اے بیرسٹر ایٹ لا

(پنجاب ریویو)

احباب وطن سے خطاب

اے وطن والو تمھیں کیف محبت کی قسم — لطف صحبت کی قسم جوش مسرت کی قسم
عیش و راحت کی قسم جذبۂ الفت کی قسم — اپنی رخصت کی قسم اور مری حسرت کی قسم

سچ بتانا کبھی ہم بھی تمھیں یاد آتے ہیں
جھوٹ ہی کہہ دو کہ ہاں آتے ہیں یاد آتے ہیں

نہ سہی بزم میں تنہائی میں چپکے چپکے — نہ سہی دن میں کبھی رات کو لیٹے لیٹے
نہ سہی جان کے یونہی کبھی بھولے بھٹکے — نہ سہی بیٹھ کے قصداً ابھی چلتے پھرتے

یاد کر لیتے تو کچھ باعث تکلیف نہ تھا
کچھ تو خاطر مری کرتے کہ میں نزدیک نہ تھا

ایک بھولے سے اگر ہاں کبھی ہچکی آتی — کچھ سمجھ کر یونہی ہم کرتے تسلی اپنی
بیقراری دل مضطر نہیں اچھی اتنی — یاد کرتے نہ اگر مجھکو تو ہچکی کیسی

ہے مگر سب یہ اسی وقت کہ دھیان بھی ہو
جانے دو دوستان کو کم بخت کا امکان بھی ہو

بزم کے ہم بھی تمھارے ہی کبھی تھے اک عضو — اب یہ کیا بات ہوئی دل سے جو یوں کر دیا محو
اب بھی معلوم ہو گر تھا یہ تمھارا اک سہو — اپنے پیاروں کیلئے مجھکو گراں ہو کیا عفو

کیسے باور ہو مگر یہ کہ نہ بھولے ہو ہمیں

[illegible]

ہم جو بیمار ہوئے ... تھا | ہم ہیں اور گو شہرت کا ... تھا
ہم ہیں اور قسمت کا ... تھا | ہم ہیں اور عالم حیرت میں ہے ...

یاد احباب بھی آتے ہوئے گھبراتی ہے
پاس بھی اپنا سا ... جدا بیٹھی ہے

کیا تماشا ہے ... ہم رہے پامال آہ | اور شکر نہ ہو کچھ تو اللہ اس کی ہے واہ
ہم کہتے بھی تو کچھ بیان کر دو واہی واہ | کیا محبت ہے یہی درد ہی سبحان اللہ

آنکھ کے سامنے سب آن کی رنگت ساری ہے
بس کیا ہو گئے ہم یاد بھی اب بھاری ہے

... | کوئی مونس نہیں ہمدم نہیں کوئی اپنا
گر ... | اس سے بہتر کروں ایک قصہ سا

... جاتے
بیکسی کا ... ہو جائے

تحریر ... آنگراجی گڈھی
... عام

کلام اکبر

بہت ہی عمدہ ہے اے ہمنشیں برٹش راج | کہ ہر طرح کے سنو ادبی ہیں اصول بھی ہے
چھپا ہے کھولے دروازۂ عدالت کو | کہ ... اس کی عمل بھی ہے
نگاہ رکھتے ہیں حاکم بہت ... سے | تمہاری ... کچھ ... بھی ہے

خلل ... میں ... کے | کہ شیخ ... اور قدم رسول بھی ہے
... آزادی کی | کہ ... ہے ... بھی ہے
... روش | اگرچہ دل میں نہاں عظمت رسول بھی ہے
جگہ بھی ... کی | ... قبول بھی ہے
طرح طرح کے بنالو لباس رنگا رنگ | علاوہ روئی کے ریشم بھی اور ... بھی ہے

چمک دمک کی دھوم چمن میں ہر طرف نکلی | کہ گلزار میں ہے خار، گل لالہ بھی ہے
اندھیری رات چمکی بن کے بجلی [illegible] | کہ جب دیکھے [illegible]
شگفتہ [illegible] کیلئے | نظر آتا ہے یہاں یاسمین پھول بھی ہے

جب آتی تھیں [illegible] اکبر
[illegible] کیا ہے [illegible]

[illegible]

ماریاسمین

آ گیا ہے نگاہوں میں مجھ کو ماریاسمین | ہے کسی گیسو کے خم تجھ میں [illegible]
یہ قیامت کے شکن اور یہ بل کیچ و خم | آہ! اس کی ادا کی تو ہے ناز آفرین
ہے تیرے حسن سے [illegible] دل [illegible] | قیس میں ہوں آہ تو ہے لیلیٰ محمل نشین
او ظالم [illegible] | دل [illegible] تیری نگاہ [illegible]
مجھ کو [illegible] ہے [illegible] تیرے [illegible] | میں سمجھا ہوں کہ ہے تیری زبان [illegible]
شب کو [illegible] | [illegible] گھر سے نکلے جیسے کوئی [illegible]
گر میں ہیں جیسے صندل [illegible] | [illegible]
[illegible] | جیسے [illegible] سوال کرتا [illegible]
[illegible] | وہاں کیا [illegible]
[illegible] | مجھ کو [illegible]
تجھ سے میرے گیسووں [illegible] | میری [illegible]

اور [illegible] سمجھا ہوں تجھے

میں تو اپنا گیسووں والا سمجھتا ہوں تجھے

طول شب ہائے جدائی ہے یا زلف دراز | مجھ کو ظالم اپنی [illegible]
اک [illegible] حسن [illegible] | [illegible]
معشوقوں کی شام خلوت [illegible] | [illegible]
کر دے گی [illegible] | [illegible]

پاؤں میں پڑتا جو سب کے ڈر کے زنجیر عشق — ابھی زلفوں سے پھندا پڑ گیا ہوں دلوں کو باندھ
جب نظر آئے کسی گیسو میں تیرے پیچ و خم — مجھ پہ ظالم اک عمل کر گیا دل کی گرفتاری کا راز
بھول اے زلف! ہاتھوں پہ کہلاؤں الجھے — میں نہیں ہوں شیوہ رسم وفا سے بے نیاز
میری نظروں میں ہیں دونوں مار گیسو آہ ایک — دے نہ دھوکا آہ مجھ کو تو نگاہ امتیاز
ٹوٹ بھی جائے طلسم دام ہستی ٹوٹ جا — اٹھ کبھی حجاب آنکھوں سے تو اے پردہ عشق مجاز
دوست و دشمن میں رہے باقی نہ تا مجھ کو تمیز — کھینچ دے تصویر کیا لگی۔ دل آئینہ ساز

میں سمجھ کرتا کسی کافر کی زلف عنبریں
آستیں میں اپنی پالوں مجھ کو مار آستیں

(سرور جہاں آبادی)

کلام اکبر

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں — اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

ختم شد!

کتاب ملنے کا پتہ

(۱) جے۔ ایس۔ سنت سنگھ تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور
(۲) محمد ادیب صاحب بیلے ہاؤس بمبئی نمبر ۷
(۳) مبارک اللہ صاحب تاجر کتب سندریہ پٹی نمبر ۹۹

فہرست کتب

فاتح یورپ یا اسرار نپولین کاپتن ڈائل کا ترجمہ ۔ فاتح اعظم نپولین بونا پارٹ کی تحیر خیز کامیابی کا راز اس کی شخصی زندگی کے رنگین اور عجیب واقعات اور دماغی قابلیت کے حیرت انگیز تذکرے ملکہ جوزفائن اور فرانس کے امراء کی قلمی تصاویر ، دوشیزگان و نوجوانوں کا عشق اور شبات عزم ، خطرناک سازشیں سرکاری جاسوس کی کارگذاریاں ۔ قیمت فی جلد ....

نیرنگ شباب یا یورپ کی دیوی مغربی معاشرت کا دلکش افسانہ صورت پرستوں کے لئے تازیانہ عبرت نفسیات کی روشنی میں جذبات دل کا صحیح رائے ستم رسیدہ انگریزی خاتون کی کہانی شباب کی تند و تیز سانس کا حیرت انگیز تجربہ افسانہ نہیں بلکہ حیرت و عبرت ہے جس کا علم باپ اور بیٹوں کے لئے

خونی شہزادہ یا عشق و محبت کا کسی کو دل دینا اور پریشان ہونا سائنس کے کرشمے عشق کے پرلطف مناظر، رقابت کی چالیں عشق حقیقی کا ہم دربدر مارے مارے پھرنا رقیب کی شہزادی چالیں آخر میں عاشق صادق کی کامیابی رقیب روسیاہ کی شکست نہایت پر اثر الفاظ میں تمام واقعات دکھائے گئے ہیں

مرقع ادب ۔ ہندوستان کے انشا پردازوں اور محققین اساتذہ سخن کے نہایت دلچسپ اور پر از معلومات خطوط کا نایاب مجموعہ ۔ قیمت ....

گل گشت گلبدن لکھنؤ کی مشہور بیگم ملکہ جہاں کے خزانہ کا راز، خاقان کی سلطنت کا آغاز و انجام یا اتین فراق کے حیرت انگیز کارنامے، سراغرسانی کا دلچسپ فن کی عیاریاں ، کرشمے عشق کا راز و نیاز ، لکھنؤ کی مشہور افواہوں کا دلکش نتیجہ ......

عروس فرغانہ یا شوخ گلنار مشہور فاضل مصری علامہ جرجی زیدان ایڈیٹر الہلال (قاہرہ) کے تاریخی اور حسن و عشق کے دلگداز مضمون افسانے کا ترجمہ جس میں خلیفہ معتصم باللہ کے عہد حکومت کے پر اسرار واقعات ۲۷ ہجری ۔ فدائیان ملک ایرانیوں کی حکومت فارس کو از سر نو قائم کرنے کی پر زور کوششیں مسلمانوں اور مجوسیوں کی قسمت آزمائیاں ترکوں کا طرز معاشرت تمدن اخلاق ، جنگ عموریا کے حالات ۔

مہا دیو پرشاد تاجر کتب لکھنؤ